ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

11 صفر 1439ھ / نومبر 2017ء

احرار

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے 87 سال

- حلف نامہ ختم نبوت
- بین الاقوامی کھلاڑیوں کا نیا اکھاڑہ
- سلفِ صالحین کا مصائب پر صبر
- آئینی ترامیم کیا تھیں
- مدرسہ کیسے بنتا ہے؟ (ملفوظات مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ)

پانی ہی زندگی ہے
حلال
®
Trusted not to be compromise on quality
ZAM
TM
T.M. #: 412720
Zam
Drinking Water
Pakistan Standards
Ps 4639/2004.R
CML/N-791/2016
ZAM IS LIFE
New M.H.N Drinks & Food Makers® PVT. LTD.
129-130, Sabzwari Town, Multan. Ph: 061-6526667
Cell: 0321-1710321 Email: mhn.drinks@gmail.com
F: https://www.facebook.com/zamwater1/ Website: www.zam-water.com

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 28 شمارہ 11 | نومبر 2017 / صفر الخیر ۱۴۳۹ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

اداریہ	بین الاقوامی کھلاڑیوں کا نیا اکھاڑہ	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	حلف نامہ ختم نبوت دوسرا سالانہ دورہ تربیت المبلغین سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر	عبداللطیف خالد چیمہ	4
سرکلر:	"40 ویں سالانہ دوروزہ ختم نبوت کانفرنس" چناب نگر کے سلسلہ میں کارکنوں کے لیے ہدایات	عبداللطیف خالد چیمہ	7
افکار:	آئینی ترامیم کیا تھیں	سید محمد معاویہ بخاری	9
"	[قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے] انتخابات ایکٹ ۲۰۱۷ء میں ترمیم کرنے کا بل	زاہد حامد	14
دین و دانش:	سلفِ صالحین کا مصائب پر صبر	ترجمہ: مولوی محمد نعمان سنجرانی	17
"	عقیدہ ختم نبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں	مولانا محمد یوسف شیخوپوری	19
"	احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (۱۹ویں و آخری قسط)	حافظ عبید اللہ	21
شخصیت:	عبدالکریم آغا شورش کاشمیری مرحوم	انتظار احمد اسد	28
موعظت:	مدرسہ کیسے بنتا ہے؟ (ملفوظات مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ)	جمع و ترتیب: مولانا نور الرحمن	31
ادب:	تعلیم و تربیت نسواں ...... ایک خط	راشد الخیری	37
"	عشق کے قیدی (قسط:۱۵)	ظفر جی	40
نقد و نظر:	خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ (قسط:۱)	علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	50
دعوتِ حق:	متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل (مکتوب نمبر۶)	ڈاکٹر محمد آصف	56
رپورٹ:	شہداء ختم نبوت چوک ساہیوال کی نئی تختی کی نقاب کشائی کی تقریب کی روداد	حافظ محمد سلیم شاہ	59
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی	61
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

فیضانِ نظر: حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی: ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے کار:

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف شاد

0300-7345085

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ---- 200/- روپے

بیرون ملک ---- 4000/- روپے

فی شمارہ ---- 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan (Pakistan)

بین الاقوامی کھلاڑیوں کا نیا اکھاڑہ

سید محمد کفیل بخاری

گزشتہ ماہ امریکی وزیر خارجہ ریکس ٹلرسن پاکستان کے دورے پر آئے، انہوں نے وزیر اعظم، آرمی چیف اور دیگر حکومتی عہدیداروں سے ملاقات کی۔ ٹلرسن نے ایک طرف دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی قربانیوں کا اعتراف کیا اور ساتھ ہی مطالبات کی نئی فہرست تھما کر ڈو مور کا اعادہ کیا۔ انہوں نے جنوبی ایشیاء کے بارے میں ٹرمپ کی طرف سے نئی امریکی پالیسی سے پاکستانی حکام کو دھمکی آمیز لہجے میں آگاہ کیا۔ پاکستان سے وہ بھارت روانہ ہوئے اور بھارت پہنچ کر ان کی باچھیں مزید کھلیں اور لہجہ تلخ تر ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ:

> ''بھارتی فوج کو جدید ٹیکنالوجی دیں گے، بھارت کے قائدانہ کردار کی حمایت کرتے ہیں، دہشت گردوں سے پاکستان کی سلامتی اور پاکستانی حکومت کے استحکام کو خطرہ ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں واشنگٹن، بھارت کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہے۔''

یہ بات خوش آئند ہے کہ حکومتِ پاکستان نے امریکی مطالبات کو مسترد کرتے ہوئے بہ ظاہر مضبوط موقف اختیار کیا اور جنوبی ایشیاء میں بھارتی بالادستی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وزیر خارجہ خواجہ آصف نے سینٹ میں اپنے بیان میں کہا کہ:

> ''امریکہ، افغانستان میں اپنی شکست تسلیم کرلے۔ پاکستان اپنی موجودہ پالیسی پر کوئی کمپرومائز نہیں کرے گا۔ ماضی کی طرح ایک دھمکی پر ڈھیر ہوں گے نہ پراکسی بنیں گے۔ افغانستان، بھارت کا سہولت کار ہے۔ طالبان پر کنٹرول ختم ہو چکا، ماضی میں افغان جہاد اور پھر مشرف نے نائن الیون کے موقع پر ہتھیار ڈالے۔ امریکی دوستی کے نتائج پہلے ہی بھگت رہے ہیں۔ مزید نقصان قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔''

خواجہ آصف نے جس رنگ میں بھی یہ باتیں کیں، اللہ کرے وہ ان پر قائم رہیں اور اس سے بڑھ کر انہیں اس پر قائم رہنے کا موقع بھی دیا جائے۔ ان کا بیان حکومت کا بیانیہ ہے جسے تمام سٹیک ہولڈرز کی تائید و حمایت حاصل ہے۔ مسلم امّہ کا یہ سوال اپنی جگہ بہت وزنی ہے کہ دہشت گردی کے خلاف عالمی استعمار کی نام نہاد جنگ صرف مسلمان ملکوں میں ہی کیوں ہے؟ جنگ سرمائے کی ہو یا اسلحے کی، فائدہ غیر مسلم ہی اٹھا رہے ہیں۔ فلسطین، لبنان، شام، عراق اور افغانستان میں عالم کفر نے جنگ جاری کر کے جہاں بے گناہ انسانوں کا خون بہایا وہاں ان ملکوں کا سرمایہ بھی لوٹا۔ مسلم حکمران اپنے اقتدار

کے لیے عالمی استعمار کے ایجنٹ بنے، نتیجتاً اقتدار اور سرمائے دونوں سے محروم ہوکر عبرت کا نشان بن گئے۔ اے کاش! مسلم حکمران ''الکفر ملۃ واحدۃ'' پر یقین کر کے ''انما المؤمنون اخوۃ'' کے مصداق بن جائیں۔

پاکستان اس وقت ''سی پیک'' کے حوالے سے ''گریٹ گیم'' کا مرکز ومحور ہے۔ ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ سی پیک جو پاکستان کی اقتصادی ومعاشی ترقی کا زینہ معلوم ہورہا ہے، اس سے بہ ظاہر ترقی بھی ہوگی لیکن اس کے مابعد مضر نقصانات شاید ہمارے حکمرانوں کے پیش نظر نہیں۔ سرمایہ داروں کے ملک میں پلنے والے یہودی کارل مارکس کا کمیونزم اب سرمایہ دارانہ کمیونزم کا روپ دھار چکا ہے۔ یہ دو سرمایہ داروں کی جنگ ہے اور سرمائے کی اس دوڑ میں بالآخر کباڑہ مسلمانوں کا ہی ہوگا۔ چین کی سرمایہ کاری کا اصل نفع تو چین کو ہی ہوگا۔ ہمیں ایک سرمایہ دار سے جان چھڑانے کے لیے دوسرے سرمایہ کار کی غلامی قبول نہیں کرنی چاہیے۔ شاید امریکہ کو یہی تکلیف ہے کہ میری غلامی کیوں قبول نہیں۔

امریکہ میں مسلمانوں کو اتنی مذہبی آزادی ہے کہ وہ نماز، روزہ، حج اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں آزاد ہیں۔ مساجد نمازیوں سے آباد ہیں۔ وہ اسلام کو صرف عبادات تک ہی قبول کرتا ہے، دنیا میں کہیں بھی اسے حاکم نہیں دیکھ سکتا۔ حتی کہ مسلم ممالک میں بھی اسلام کی حکومت قبول نہیں کرتا، یہی اس کی اسلام اور مسلم دشمنی ہے۔ لیکن کمیونسٹ اور سوشلسٹ سرمایہ دار چین میں تو مسلمانوں کو اتنی بھی مذہبی آزادی حاصل نہیں۔ بی بی سی اردو کی رپورٹ کے مطابق چین کے صوبہ سنکیانگ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام مذہبی اشیاء بشمول قرآن کریم اور جائے نماز ہر چیز حکام کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ سنکیانگ، اروچی، کاشغر، ہوتان اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں سے قرآن کریم اور جائے نماز چھینے جارہے ہیں۔ ''ورلڈ اوی غور کانگریس'' کے ترجمان کے مطابق سنکیانگ میں حکام نے پانچ سال سے زیادہ عرصہ پہلے چھپنے والے تمام قرآن یہ کہہ کر ضبط کر لیے کہ اس میں شدت پسندانہ مواد ہوسکتا ہے۔ ڈان رپورٹ کے مطابق، برقعے اور داڑھی پر پابندیاں لگائی گئیں ہیں، مسلمان بچوں کے اسلامی نام رکھنے اور مسلمانوں کے روزہ رکھنے پر بھی پابندی ہے۔

ان حالات میں پاکستانی حکام کو سوچ سمجھ کر قدم آگے بڑھانے چاہییں۔ کوئی کافر، مسلمانوں کا دوست نہیں ہوسکتا۔ سب اپنے مفادات کے لیے لڑرہے ہیں اور سرمایہ کاری بھی کررہے ہیں۔ ہمیں قیامِ پاکستان کے مقاصد سے کسی صورت بھی دستبردار نہیں ہونا چاہیے۔ جو پاکستانی لبرلز، چینی سامراج کے زیر اثر مقتدر قوتوں سے جمہوری انقلاب کی توقع لگائے بیٹھے انھیں چین میں جمہوریت کا حق مانگنے والے طلباء اور برما میں چین کی حمایت سے مسلط کردہ فوجی رجیم کے مظالم کا شکار مظلوم مسلم وغیر مسلم شہریوں کا حشر ضرور یاد رکھنا چاہیے۔ ہمیں اپنے دین، تہذیب اور اعتقادی شناخت کی بہر قیمت حفاظت کرنی ہے۔ یہ پاکستان کی ترقی واستحکام کا تقاضا بھی ہے اور بحیثیت مسلمان ہماری دینی ضرورت بھی۔

حلف نامہ ختم نبوت......نوٹیفکیشن اور صدر کے سائن ابھی باقی ہیں!

عبداللطیف خالد چیمہ

گزشتہ ماہ پرچہ پریس جا چکا تھا کہ انتخابی اصلاحات کی آڑ میں عقیدۂ ختم نبوت کے حلف نامے والا مسئلہ سامنے آیا، تب سے تادمِ تحریر اسی حوالے سے ہجوم کار رہا تا آنکہ صورتحال بالکل واضح ہو چکی ہے کہ الیکشن کے امیدواروالے حلف نامے کو جو اقرار نامے سے بدلا تھا وہ بحال ہو چکا اور اس کی ذیلی شقیں 7/B,C بھی ترمیم کے ذریعے من وعن اسی طرح بحال ہو جائیں گی، جس طرح پہلے تھیں۔ تاہم الیکشن کمیشن کا نوٹیفکیشن اور صدر مملکت کے دستخط ہنوز باقی ہیں جن کے بارے میں ہمیں اُمید ہے کہ یہ تو ہو ہی جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، لیکن نواز شریف کی ہدایت پر راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں بننے والی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ اور سفارشات سے قوم کو کب آگاہ کیا جائے گا اور اس مسئلہ کے ذمہ داروں کو کب اور کون سے کٹہرے میں لایا جائے گا، اس کے لیے قوم اور خصوصاً مذہبی حلقے ابہام اور تذبذب کا شکار ہیں۔ وفاقی وزیر قانون زاہد حامد، صوبائی وزیر قانون رانا ثناء اللہ میں جھوٹ ضربِ جھوٹ بولنے کا جو ’’سٹیمنا‘‘ سامنے آیا، وہ بہت ہی قابل داد ہے، ریکارڈ یہ بتاتا ہے کہ مئی 2017ء میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کے ذمہ داران نے حکومتی ذمہ داران کو حلف نامے والی عبارت حذف نہ کرنے کا مشورہ بھی دیا تھا اور اس کے ممکنہ مضر اثرات سے بھی آگاہ کر دیا تھا، لیکن عالمی دباؤ اور اپنے اقتدار و مفادات ہی مانع آتے رہے۔

امریکہ، برطانیہ اور ڈنمارک کے سفارت خانے ہمارے وفاقی وزیر قانون، وفاقی وزیر آئی ٹی اور اٹارنی جنرل آف پاکستان سے پوری طرح رابطے میں رہے، جرمنی سفارت خانے نے ابتدائی ’’مائنڈ میکنگ‘‘ کی، الفاظ کا چناؤ معروف این جی او ’’پلڈاٹ‘‘ (PILDAT) نے کیا، پارلیمان کی قائمہ کمیٹی کے 126 اجلاسوں میں علماء صلحاء اونگھتے رہے اور ارکان سوئے رہے، یا جو کچھ بھی ہوا، وہ بری طرح ناکام و نامراد ہوا

اللہ نے دین کو عزت دی ہم عاجزوں کی خود لاج رکھی
معلوم ہوا اُمّت پہ نبی کی نظرِ عنایت آج بھی ہے

وزارت داخلہ حکومت پاکستان کی جانب سے قومی اخبارات میں دو مرتبہ کوارٹر صفحہ کے اشتہارات شائع ہوئے کہ ہم عقیدۂ ختم نبوت پر مکمل یقین و ایمان رکھتے ہیں، جناب! سوال یہ نہیں کہ آپ عقیدۂ ختم نبوت پہ یقین رکھتے نہیں،

بلکہ سوال یہ ہے کہ حلف نامے سے اس عبارت کو کس نے نکالا اور کیوں نکالا؟

وزیراعلیٰ پنجاب دو مرتبہ فرما چکے ہیں کہ جس نے بھی ایسا کیا اس کو نکال باہر کرنا چاہیے، تو پھر صفائیاں کیوں؟ بات سیدھی ہے کہ جس نے یہ کرایا اور جس نے کیا وہ سب مجرم ہیں اور مجرموں کو بے نقاب کرنے سے گھبرانے والے بھی اتنے ہی مجرم ہیں!

جناب والا! ان مجرموں کو شیلٹر دینے کے بجائے بے نقاب کریں، قانون کے مطابق سزا دیں اور قادیانی لابی اور ان کے ہمنواؤں کو لگام دیجیے! قادیانی بیرون ممالک اسائلم (سیاسی پناہ) کے نام پر خطرناک کھیل رہے ہیں، پاکستان کو بدنام کر رہے ہیں، اکھنڈ بھارت ان کا مذہبی عقیدہ ہے، طارق فتح نامی قادیانی نے بلوچستان میں علیحدگی پسندوں کو سپورٹ کیا، اب انڈیا میں بیٹھ کر یہی کام کر رہا ہے۔

چناب نگر (ربوہ) میں حکومتی رٹ ناپید ہے، آنجہانی قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کی صفائیاں دینے والے وطن کی مٹی کے نمک حرام ہیں، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے سنٹر فار فزکس جو بانی شعبہ ڈاکٹر ریاض الدین کے نام سے منسوب تھا، اسے ڈاکٹر عبدالسلام کے نام سے منسوب کرنا ن لیگ کا سیاہ ترین فعل بد ہے۔

آغا شورش کاشمیری مرحوم کے شاگرد رشید شیخ رشید احمد کے قومی اسمبلی میں نعرۂ رستاخیز کے بعد کیپٹن (ر) محمد صفدر کے مطالبات پر برطانوی پارلیمنٹ چیخ اٹھی ہے، ہماری دینی وسیاسی قیادت کو اس مسئلہ پر کمزوری نہیں دکھانی چاہیے۔ توحید وختم نبوت کا عقیدہ اور پاکستان کی سلامتی پر کوئی کمزوری یا سمجھوتہ اسلام اور وطن سے غداری ہے اور ہم غداروں کا تعاقب جاری رکھیں گے۔ حکومت قادیانیوں کو لگام دینے، ان پر چیک رکھنے اور ان کی سرگرمیوں کو آئین وقانون کے ماتحت رکھنے کی بجائے مزید کھلی چھٹی دے رہی ہے۔ پہلے یہ اطلاع آئی کہ سکہ بند اور مشہور قادیانی ابوبکر خدابخش کو ڈی آئی جی انویسٹی گیشن بنا دیا گیا ہے قبل ازیں یہی ابوبکر خدابخش اپنے سرکاری عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ضلع خوشاب میں قادیانیت کو پروموٹ کرتا رہا اور اب اس نئے منصب پر لانے کا مقصد بھی بہت واضح ہے۔ دوسری طرف 26 اکتوبر کو پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں حکومتی پارٹی کے رکنِ پنجاب اسمبلی مولانا غیاث الدین یہ انکشاف کر چکے ہیں کہ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے نارووال میں نوے سے زائد سکول قادیانیوں کے حوالے کیے ہیں۔ (روزنامہ نئی بات، لاہور، ص آخر 27-10-2017) اس قسم کے اقدامات سے یوں لگتا ہے جیسے قادیانیوں کے حوالے سے قانون کی عملداری کو یقینی بنانا تو دور کی بات ہے الٹا قانون کو ریورس گیر لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے یا پھر یہ کوشش ہو رہی ہے کہ امتناعِ قادیانیت جیسے قوانین غیر مؤثر ہو جائیں اور قادیانیوں کو من مرضی کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

<u>دوسرا سالانہ دورہ تربیت المبلغین:</u> مجلس احرار اسلام پاکستان کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام دوسرے سالانہ

پندرہ روزہ دورہ تربیت المبلغین کا آغاز 22 اکتوبر اتوار کو دار المبلغین مرکزی دفتر لاہور میں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی کے سبق سے ہوا، جس میں انھوں نے ابتدائی کلمات میں فرمایا مجلس احرار اسلام قادیانیت کا تعاقب تو قدیم سے کر رہی ہے لیکن دعوت وارشاد کے کام کی تجدید میرے دیرینہ خوابوں کی تکمیل ہے۔ یہ دورہ 5 نومبر تک جاری رہے گا۔ تادمِ تحریر مبلغ اسلام مولانا عبدالرؤف فاروقی، مبلغ ختم نبوت مولانا محمد مغیرہ، ممتاز سکالر مولانا جہانگیر محمود، مولانا محمد وقاص سعید ایڈووکیٹ، چودھری غلام مصطفیٰ ایڈووکیٹ، پروفیسر امجد علی شاکر، پروفیسر سمیر ملک، مولانا شفیع الرحمٰن، مولانا سید محمد انیس شاہ، راقم اور کئی دیگر احباب نے لیکچر دیے ان کے علاوہ سید محمد کفیل بخاری، ڈاکٹر شاہد کشمیری، جناب طاہر عبدالرزاق، جناب محمد متین خالد، پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی، ممتاز محقق جناب حافظ عبیداللہ، سابق ہندو عبداللہ بھائی، جناب ڈاکٹر عبدالمقیم، مولانا محمد آدم، مولانا زاہد اقبال، جناب عامر اعوان، ممتاز صحافی جناب عاصم حسین اور جناب منصور اصغر راجہ باقی دنوں میں لیکچرز دیں گے۔ یہ سارا کام قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی سرپرستی، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس اور راقم کی زیرنگرانی جاری وساری ہے۔ ڈاکٹر محمد آصف، مولانا تنویر الحسن، قاری محمد قاسم، قاری شہزاد رسول، مولانا سرفراز معاویہ، مولانا عتیق الرحمٰن، مہر اظہر وینس، دفتر مرکزیہ لاہور کے کارکنان اور مدرسہ کے طلباء شرکاء کورس کی میزبانی کر رہے ہیں۔ کورس کا اختتام ان شاء اللہ تعالیٰ 5 نومبر بعد نماز مغرب ہوگا جس میں دیگر علماء حضرات بھی شریک ہوں گے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ

سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر: حسب سابق چناب نگر میں 40 ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس اِن شاء اللہ تعالیٰ 11-12 ربیع الاوّل 1439ھ کو روایتی تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے، کانفرنس کی اِبتدائی تیاریوں کے لیے مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی رہنماؤں اور ملک بھر سے مندوبین کا ایک اہم اجلاس 21۔ اکتوبر 2017ء ہفتہ کو دس بجے صبح تا نماز ظہر جامع مسجد احرار چناب نگر میں مرکزی نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد کی زیر صدارت منعقد ہوا، اجلاس میں جو شکایات وتجاویز سامنے آئی تھیں، اُن کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا اور طے پایا کہ امسال سابقہ کوتاہیوں کو ہر ممکن طور پر دور کیا جائے گا، اجلاس نے متفقہ طور پر مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری کو ناظم اجتماع مقرر کرنے کا فیصلہ کیا اور انتخابی اصلاحات میں ختمِ نبوّت حلف نامے کو اقرار نامے میں تبدیل کرنے کے حوالے سے اجلاس کو بریفنگ دی گئی، اِن سطور کے ذریعے جماعت کی جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ابھی سے کانفرنس کی تیاریاں شروع کر دیں اور حسب ضرورت اشتہارات اور پبلسٹی مٹیریل کو مناسب مقام پر آویزاں کریں، یہ کانفرنس عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی پرامن جدوجہد کو آگے بڑھانے اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام کا ذریعہ بنے گی، مزید تفصیل کے لیے سرکلر نقیب میں شائع بھی کیا جا رہا ہے اور الگ سے بھی شاخوں کو ارسال کر دیا جائے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ایوانِ احرار: C/69 نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور

مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس
2017/4

عنوان: ''40ویں سالانہ دوروزہ ختمِ نبوت کانفرنس'' چناب نگر کے سلسلہ میں کارکنوں کے لیے ہدایات

جملہ مندوبین شرکاء اور احرار ساتھیوں کے نام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مزاج گرامی!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے زیرِ اہتمام اِن شاءاللہ تعالیٰ 12,11 ربیع الاوّل 1439ھ جامع مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس قائد احرار حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی منعقد ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لیے درج ذیل امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیاریاں تیز کر دیں۔

☆ کانفرنس کے اشتہارات شائع ہو چکے ہیں، تمام ماتحت مجالس احرار اور دیگر حضرات مرکزی دفتر دارِ بنی ہاشم ملتان اس نمبر (0300-7345095) پر رابطہ فرما کر اشتہارات حاصل کریں

☆ کانفرنس میں شرکت کے لیے اپنے جماعتی و غیر جماعتی ماحول میں محنت کریں اور انفرادی و اجتماعی شرکت کو یقینی بنائیں نیز کانفرنس اور قافلے کی روانگی کے حوالے سے اخبارات کے مقامی نمائندگان کے ذریعے خبریں بھجوانے کا اہتمام ضرور کریں اور کم از کم روزنامہ اسلام کے علاقائی ایڈیشن میں مقامی جماعت کی جانب سے کانفرنس کی تشہیر کے لیے اشتہار شائع کروائیں

☆ ہر مقامی جماعت کے ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ نظم و ضبط کا ماحول پیدا کریں۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والے ساتھیوں کی تربیت کریں اور ایک نیک مقصد کے لیے سفر کے آداب کو ہر حال میں ملحوظ رکھیں اور دوران سفر کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد جاری رکھیں

☆ پنڈال میں داخل ہونے سے پہلے قافلے کے امیر استقبالیہ کیمپ میں اپنے ساتھیوں کی تعداد کا اندراج کروائیں

☆ دوران اجتماع مسجد میں حاضری کو یقینی بنائیں، چناب نگر میں بلاضرورت نہ گھومیں پھریں اور نہ ہی قادیانیوں سے بحث کریں

☆ ہر شاخ یا شرکت کرنے والے ساتھی اپنی تعداد کی مناسبت سے پانچ سے دس جماعتی پرچم بمع ڈنڈے ساتھ لائیں اور ممکن حد تک تمام ساتھی سرخ قمیص میں ملبوس ہوں، بہتر یہ ہے کہ مقامی جماعت کے ذمہ داران ساتھیوں کی آسانی کے لیے سرخ کپڑا خرید کر کارکنان کو اطلاع کریں اور وہ ان سے خرید لیں تاکہ زیادہ سے زیادہ احباب باوردی ہوں

☆ کانفرنس کی مناسبت سے جن شاخوں کے پاس بینرز موجود ہوں وہ ہمراہ لائیں ممکن ہو تو نئے بینرز / پینا فلیکس بنوانے کا اہتمام کریں

☆ روانگی سے قبل اپنی سواری پر جھنڈا اور بینر آویزاں کریں جس کی عبارت ''احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر'' ہو

☆ تمام ساتھی / قافلے فسر کے دورانیے کا اندازہ کر کے ایسے وقت سفر شروع فرمائیں کہ آپ زیادہ سے زیادہ 11 ربیع الاول کی شام تک اور تاخیر سے آنے والے قافلے 12 ربیع الاول کو نماز فجر تک مرکز چناب نگر پہنچ جائیں اس سے زیادہ تاخیر مناسب نہیں

☆ جن شاخوں کو انتظامات اور خدمت کے لیے کارکن مہیا کرنے کا کہا گیا ہے ان سے درخواست ہے کہ متعینہ کارکنوں کی تربیت کریں اور یہ ساتھی ۱۱ ربیع الاول کو نماز ظہر تک لازماً چناب نگر پہنچ کر مولانا محمد اکمل (03006385277) کو رپورٹ کریں

☆ موسم کے مطابق بستر ہمراہ رکھیں اور کھانے پینے کی چھوٹی موٹی اشیاء مثلاً پانی کی بوتل، چنے، بسکٹ وغیرہ اگر ساتھ رکھیں تو سہولت رہے گی

☆ اپنے اردگرد مشکوک افراد پر نظر رکھیں ☆ اپنے قافلے کا امیر مشاورت سے مقرر کریں اور اطاعتِ امیر کو شعار بنائیں

☆ 12 ربیع الاوّل کو جلوس کے موقع پر دی جانے والی ہدایات پر مکمل عمل پیرا ہوں دورانِ جلوس نظم و ضبط قائم رکھیں ہُلڑ بازی اور منفی نعرے بازی سے مکمل پرہیز کریں، دوران جلوس جماعت کی طرف سے پرنٹ کیے ہوئے نعرے متعین افراد ہی لگائیں گے دیگر حضرات صرف نظم کی پابندی کریں

☆ 21 اکتوبر 2017ء کو چناب نگر میں کانفرنس سے متعلق جو اجلاس ہوا اس میں کانفرنس کے انتظامات کے لیے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری کو ناظم اجتماع مقرر کیا گیا جبکہ مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، حافظ عابد مسعود ڈوگر، مولانا تنویر الحسن، مولانا محمد اکمل، سید عطاء المنان بخاری، مولانا فیصل متین، حافظ ضیاء اللہ کو نائبین مقرر کیا گیا ہے۔

☆ چناب نگر مرکز میں اجتماع کے موقع پر جگہ کم پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہم آنے والے مہمانوں اور مقررین کا خاطر خواہ اکرام نہیں کر پاتے اس بات کو محسوس نہ کریں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مزید وسیع جگہ عطاء فرمائیں (آمین) تاکہ سارے نظام میں آسانی رہے، جماعتی و غیر جماعتی احباب کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی توجہ غیر ضروری ملاقاتوں کی بجائے اجتماع پر مرکوز رکھیں اور کام میں بے حد مشغول ذمہ داران کو الجھن میں نہ ڈالیں اِس سے نظم بھی خراب ہوتا ہے اور کام کا حرج بھی

☆ چناب نگر انتظامیہ ہمارے ساتھ تعاون کرتی ہے ان کے ساتھ کسی قسم کی بدتمیزی ہرگز نہ کریں۔ اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ چناب نگر میں ہمارے جلوس کے علاوہ کئی اور جلوس بھی نکلتے ہیں جو صبح 9 بجے شروع ہو جاتے ہیں اور پولیس لاری اڈا پر ہمارے قافلوں کو متبادل راستہ اختیار کرنے کا کہتی ہے ایسی صورتحال میں لاری اڈا چناب نگر پر موجود ہمارے استقبالیہ کیمپ (0345-0370086) سے رہنمائی حاصل کریں اور اپنی مرضی سے کوئی راستہ اختیار نہ کریں۔

☆ دورانِ وقفہ بیانات، سٹالز سے اپنی ضروریات کی اشیاء خریدیں

☆ کانفرنس کے موقع پر کانفرنس کے اخراجات / ختم نبوت فنڈ / چناب نگر / مرکز / نقیبِ ختم نبوت / احرار نیوز یا کسی بھی دوسری مد میں فنڈز کے لیے جگہ اور افراد متعین ہوں گے اس کام کے لیے متعلقہ جگہ پر ہی رقوم جمع کروائیں

☆ کھانے کے لیے وسیع پنڈال کا انتظام ہوگا براہ کرم صبر و تحمل اور ترتیب کے ساتھ کھانے کے پنڈال میں تشریف لے جائیں۔ کھانے کے لیے 20 روپے فی کس کا ٹوکن جاری کیا جائے گا قافلے کے امیر اپنی تعداد کے حساب سے اور انفرادی طور پر شرکاء بھی ٹوکن ’’استقبالیہ کیمپ‘‘ سے حاصل کریں اور بوقت طعام معمر افراد کا خاص خیال رکھیں

☆ ہر ماتحت شاخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم از کم دس ہزار روپے (10,000/=) چناب نگر کانفرنس کے اخراجات کی مد میں لازماً بھجوائے یا موقع پر جمع کروائے

☆ پارکنگ کے لیے جو جگہ مختص ہو اس کو استعمال میں لائیں اور متعلقہ انتظامیہ کی ہدایات پر سختی سے عمل فرمائیں
امید ہے آپ ہماری گزارشات کو ہر حال میں مقدم و ملحوظ رکھیں گے۔ شکریہ والسلام

ملتمس: عبداللطیف خالد چیمہ
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان
موبائل نمبر: 0300-6939453

پروگرام انشاء اللہ تعالیٰ: 11 ربیع الاول: ☆ پہلی نشست، تربیتی نشست بعد نماز ظہر ☆ دوسری نشست، بیانات علماء کرام بعد نماز مغرب
12 ربیع الاول: ☆ تیسری نشست، درس قرآن کریم بعد نماز فجر ☆ چوتھی نشست، تقریب پرچم کشائی 9 بجے صبح
☆ پانچویں نشست، بیانات علماء کرام 11 تا 1 بجے دوپہر
جلوس دعوت اسلام، ظہر تا عصر (جامع مسجد احرار تا اڈا چناب نگر)

المرسل: (مولانا) محمد مغیرہ، ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان (چناب نگر، چنیوٹ) موبائل: 0301-3138803

آئینی ترامیم کیا تھیں

سید محمد معاویہ بخاری

گزشتہ ماہ حکومت کی جانب سے ''انتخابی اصلاحاتی بل 2017ء'' کے ذریعے کی گئی آئینی ترامیم کا بہت چرچا رہا، بالخصوص ترامیم کا وہ حصہ وجہ شہرت بنا جو ختم نبوت کے قانون سے متعلق تھا۔ نکتۂ اعتراض جو سامنے آیا وہ یہ تھا کہ انتخابی حلف نامہ کو اقرار نامہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے جس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ کیونکہ جو شخص فارم میں لکھے حلف نامہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اور قسم اُٹھا کر اپنی شناخت بحیثیت مسلمان کراتا ہے اگر اس کا معاملہ برعکس نکل آئے تو یہ آئین پاکستان کے تحت قانوناً قابل گرفت عمل ہے اور ایسا شخص عمر بھر کے لئے نااہل ہوسکتا ہے اُسے سزا ہوسکتی ہے جبکہ اقرار نامہ محض ذاتی نوعیت کا ایک بیان ہے کہ اگر کسی شخص کا معاملہ اس کے اقرار نامہ کے برعکس ثابت ہو جائے تو اسے کیونکہ حلف کی حیثیت حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ قابل مواخذہ بھی نہیں ہوگا۔ یہ معاملہ خاصا اہم تھا بلکہ ہے۔ لیکن اصل حقائق جو سامنے آرہے ہیں وہ اس حلف نامہ کی اقرار نامہ میں تبدیلی سے بھی زیادہ خوفناک ہیں۔ اسمبلی ممبران، میڈیا اور مذہبی و سیاسی جماعتوں نے محض حلف نامہ کی تبدیلی کو ہی موضوع بنایا جو ایک بڑے ڈرامہ کا بہت چھوٹا سا جُز تھا حالانکہ معاملہ خطرناک اور بہت آگے کا ہے۔ ختم نبوت کے حوالے سے حلف نامہ میں کی گئی ترمیم کو احتجاج پر فوری واپس لے لیا گیا اور یہ کہہ کر واپس لیا گیا کہ یہ ایک ''کلیریکل مسٹیک'' تھی جسے فوری واپس لیا جارہا ہے بلکہ اس کو بعینہٖ پہلی حالت میں بحال کر دیا گیا ہے۔ وفاقی وزیر قانون ''زاہد حامد صاحب'' اسمبلی میں جب یہ بیان دے رہے تھے تو اُن کی گفتگو اُن کی زبان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی کیونکہ اس تبدیلی و ترمیم کے گھناؤنے کھیل کے پیچھے وہ خود اور ایک خاتون وزیر کی افلاطونی سوچ کارفرما تھی۔

ترامیم واپسی کے اعلان پر قومی اسمبلی میں خوب تالیاں بجیں اور میڈیا پر بھی دادِ تحسین کے چھاجوں چھاج برسائے گئے۔ اس ڈرامائی تبدیلی سے عوام بھی خوش اور مذہبی جماعتیں بھی (چند ایک کے استثناء کے ساتھ) باقی سب مطمئن ہیں کہ حکومت نے بڑے پن کا ثبوت دیتے ہوئے اور عوام کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ترامیم واپس لے لیں۔ لہٰذا معاملہ ختم اور بات بھی ختم کہ باب بند ہو گیا۔

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ معاملہ بہت خطرناک ہے جو ختم نہیں ہوا بلکہ شروع ہوا ہے اور مستقبل قریب میں اس کے نقصانات سامنے آئیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت صرف حلف نامہ تبدیل کرنے کی مرتکب ہی نہیں ہوئی تھی

بلکہ قادیانیوں کے حوالے سے موجود 19 اہم قوانین بھی منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں ایک اہم بات ریکارڈ پر لانا ضروری ہے کہ ان ترامیم کے حوالہ سے بہت سا کام پرویز مشرف کے دور میں ہی کیا جا چکا تھا جس کی تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ پرویز مشرف نے 2002ء میں انتخابی اصلاحات کے نام پر ترامیم کیں تو اُس وقت جبراً یہ کام بھی کر دیا کہ آئین کی وہ شقیں جو قادیانیوں اور لاہوری احمدیوں کو غیر مسلم ظاہر کرنے کی تفصیل پر مشتمل تھیں اور ان کے عقائد کو بیان کرتی تھیں اور جن کی بنیاد پر انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا ان شقوں کو آئین سے پرویزی حکم کے تحت معطل کر دیا گیا تھا۔ اُس وقت ''متحدہ مجلس عمل'' پر مشتمل دینی جماعتوں کی بڑی تعداد قومی وصوبائی اسمبلیوں کا حصہ تھی بلکہ صوبہ پختونخواہ میں تو ان کی حکومت تھی مگر اپنی حکومت بچانے کے لئے پرویز مشرف کے حکم نامہ پر متحدہ مجلس عمل کی قیادت نے بھی دستخط کر دیئے تھے جبکہ باقی نام نہاد لبرل سیاسی پارٹیوں کا یہ مسئلہ ہی نہیں تھا۔ اگر کوئی اعتراض کر سکتا تھا تو وہ مذہبی جماعتیں ہی تھیں مگر اس وقت مفادات یا مصلحت کے تحت مجرمانہ خاموشی اختیار کی گئی بعد ازاں معاملہ کی سنگینی کا احساس ہوا اور کچھ کرنا چاہا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ 2002ء سے آئین کی یہ شقیں معطل چلی آ رہی تھیں حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں لیکن معاملہ جوں کا توں رہا۔ موجودہ حکومت نے اپنے نااہل سابق وزیراعظم نواز شریف کی عدالتی فیصلہ کے تحت نااہلی کے بعد کہ وہ اب اپنی جماعت کے سربراہ بھی نہیں رہ سکتے تھے ''انتخابی اصلاحاتی بل 2017ء'' لانے کا فیصلہ کیا اس بل کی تیاری گو کہ جون کے ابتدائی دنوں میں شروع ہو چکی تھی لیکن عدالت کا حتمی فیصلہ آنے تک جو کہ سب کے لئے متوقع نااہلی کی صورت میں ہی آنا تھا اس بل کو دانستہ خفیہ رکھا گیا مگر تیاری ہوتی رہی۔

28 جولائی 2017ء کو نواز شریف کی نااہلی کا فیصلہ آ گیا تو بطور ٹاسک انتخابی اصلاحاتی بل کو جلد سے جلد لانے کی تیاری کر لی گئی۔ میڈیا ذرائع کی اطلاعات یہ ہیں کہ اگست کے آخر میں اس بل کا مسودہ مکمل ہو چکا تھا اور اپوزیشن جماعتوں کو اس کی منظوری کے لئے راضی کیا جا رہا تھا ستمبر کے مہینہ میں جوڑ توڑ مکمل ہوا اور حمایت کی یقین دہانی مل گئی تو اکتوبر 2017ء کی 2 تاریخ کو یہ بل پیش کر کے منظور کرایا گیا جس کا بظاہر مقصد یہ نظر آتا تھا کہ نواز شریف کو مسلم لیگ (ن) کی صدارت پر بحال رکھنے کے لئے آئین کی ان شقوں میں ترامیم کی گئی ہیں جن کے تحت وہ پارٹی صدارت نہیں سنبھال سکتے تھے۔ 3 اکتوبر 2017ء کو اسلام آباد کے کنونشن ہال میں نواز شریف کو آئندہ چار سال کے لئے مسلم لیگ (ن) کا صدر منتخب کر لیا گیا تو اس موقع پر موصوف نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''پرویز مشرف نے میرا راستہ روکنے کے لئے کالا قانون بنایا جو آج دوبارہ اُسے لوٹا رہے ہیں، آج پھر آمر کا قانون ختم کر رہے ہیں جسے ایوب اور پھر پرویز مشرف نے نافذ کیا تھا۔ ارکان اسمبلی کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے آمر کا

قانون واپس اس کے منہ پر دے مارا۔''

(بحوالہ روزنامہ ایکسپریس 4 اکتوبر 2017ء)

میڈیا ذرائع سے ہمارے علم میں جو باتیں آئی ہیں اُنہیں بیان کرنا ضروری ہے کہ اوّل یہ کہ ان ترامیم کو لانے اور بل کی تیاری میں تین حکومتی شخصیات ملوث تھیں جن کی باہمی مشاورت سے اس بل کا مسودہ تیار ہوا۔

(1) بیرسٹر ظفر اللہ صاحب جو کہ اچھے وکیل بھی ہیں اور مذہبی سکالر کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ (2) وفاقی وزیر قانون زاہد حامد صاحب اور (3) ایک خاتون وفاقی وزیر انوشہ رحمان صاحبہ۔

''زاہد حامد صاحب'' کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ موصوف ''پلڈاٹ'' نامی این جی او کے ایگزیکٹو بورڈ کے ممبر بھی رہ چکے ہیں اور ان کے بھائی صاحب بھی۔ یہ اطلاعات بھی ہیں کہ موصوف وفاقی وزیر صاحب نے اس بل کا مسودہ پلڈاٹ کے مشیران کی نگرانی میں تیار کیا جس میں آئین کی تمام شقوں کا مرحلہ وار جائزہ لیا گیا۔ نواز شریف کو آئینی دفعات 62۔63 کی جن شقوں کے تحت وزارت عظمیٰ سے نااہلی اور پارٹی صدارت سے محروم ہونا پڑا تھا ان میں ترامیم کر کے بحالی کا اہتمام کرنا اس وقت محض ایک ضمنی معاملہ رہ گیا کیونکہ پلڈاٹ کے شاطر قادیانی نواز مشیروں کے علم میں تھا کہ سابق صدر پرویز مشرف دَور میں 9 قوانین ایسے تھے جو قادیانیوں سے متعلق تھے اور انہیں معطل رکھا گیا تھا اس وقت کیونکہ ایک بار پھر ترامیم ہونے جا رہی ہیں تو کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ان معطل شدہ 9 قوانین کو آئین سے مکمل طور پر منسوخ کرا دیا جائے اور لگے ہاتھوں حلف نامہ کو اقرار نامہ میں بدل کر قادیانیوں کی آئینی حیثیت 1974ء کی آئینی ترامیم سے پہلی والی پوزیشن یعنی مسلمان کے طور پر بحال کر دی جائے اس طرح ایک تیر سے دو شکار کر لئے جائیں۔ چنانچہ نئے ترمیمی ایکٹ 2017ء میں سیکشن 241 کے تحت یہ عبارت لکھی گئی:

The following Laws are here by repealed

یعنی نیچے دیئے گئے قوانین منسوخ کئے جاتے ہیں۔ ان منسوخ ہونے والے قوانین کی تعداد 9 ہے جو انگریزی حروف اے، بی، سی، ڈی، ایف کے ساتھ ترتیب میں لکھے گئے ہیں، ان میں جو نمبر F ہے اس کا عنوان ہے:

The conduct of general elections order 2002.

اس کے نیچے یہ لکھا ہوا ہے:

cheif executive order noumber (7) of 2002.

اس آرٹیکل 7 کی دو شقیں 7B اور 7C جو قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کی آئینی حیثیت کا تعین کرتی ہیں اور جن

میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ قادیانی اور لاہوری مرزائی اپنے کن عقائد کی وجہ سے مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلم قرار پاتے ہیں ،اس تفصیل کو آئین پاکستان سے سیکشن 241 کے تحت یہ عبارت لکھ کر کہ

The following Laws are here by repealed

ترجمہ: ''نیچے دیئے گئے یہ قوانین منسوخ کئے جاتے ہیں''

آئین پاکستان سے ختم کر دیا گیا ہے جبکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اگر کوئی ترامیم لائی جارہی ہیں تو پہلی ترامیم کی جگہ دوسری نئی ترامیم لکھی جائیں لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ انتہائی مہارت سے وزیر قانون زاہد حامد صاحب نے ''پلڈاٹی مشیروں'' کی منصوبہ بندی کے مطابق ان شقوں کو آئین پاکستان سے نکال کر قادیانیوں کو مکمل تحفظ فراہم کر دیا ہے۔

جنرل الیکشن آرڈر 2002ء کے عنوان اور چیف ایگزیکٹو آرڈر نمبر 7(2002ء) کی شق ایف کے تحت آئین پاکستان میں شامل سیکشن 7B اور سیکشن 7C کی دفعات میں یہ تفصیل موجود تھی کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو کن حتمی شرائط کے ساتھ قبول اور حلفاً اقرار کئے بغیر کوئی بھی شخص بالخصوص مرزائیوں کی دونوں شاخیں یا برانچیں قادیانی اور لاہوری مرزائی خود کو مسلمان قرار نہیں دے سکتے اور اب یہی دو تفصیلی سیکشن جو قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کی بطور غیر مسلم آئینی حیثیت متعین کرتے تھے آئین سے خارج کر کے قادیانیوں اور لاہوری مرزائیوں کے لئے سہولت و گنجائش پیدا کر دی گئی ہے کہ وہ نہ صرف خود کو مسلمان ظاہر کر کے الیکشن لڑ سکتے ہیں بلکہ کسی اہم قومی منصب یعنی وزارتوں اور حساس عہدوں پر بھی براجمان ہو سکتے ہیں۔

اس طرح ایک دین دشمن اور ملک دشمن گروہ کو جس کی سازشیں گزشتہ 70 برس سے سب پر عیاں ہیں مکمل چھوٹ دے کر آئین کا اسلامی تشخص اور ملکی سلامتی خطرے میں ڈال دی گئی ہے۔ ہوسکتا ہے نواز شریف صاحب نے وہ بیان انہی آئینی ترامیم کے خاتمہ کی بنیاد پر ہی دیا ہو جس میں کہا گیا تھا کہ ملک مشرقی پاکستان جیسے حادثے کا شکار ہوسکتا ہے؟ آئینی ترامیم کے حوالہ سے وفاقی وزیر قانون زاہد حامد کا کردار انتہائی متنازع بن چکا ہے اور حکومت پر دباؤ ہے کہ موصوف کو وزارت سے فارغ کیا جائے۔ ویسے تو نواز شریف کے کہنے پر ایک تین رکنی تحقیقاتی کمیٹی راجہ ظفر الحق صاحب کی سربراہی میں بنائی گئی تھی اور اس نے اپنی تحقیقات بھی مکمل کر لی ہیں، میڈیا ذرائع کے مطابق اس تحقیقاتی ٹیم نے زاہد حامد، انوشہ رحمان سے تحقیقات کی ہیں۔ ذرائع کے مطابق زاہد حامد نے تحقیقاتی کمیٹی کو بتایا کہ میرا کوئی قصور نہیں مجھے جس بات کا حکم دیا گیا تھا میں نے وہ کیا، رپورٹ مکمل ہونے کے بعد اعلیٰ قیادت کو حقیقت بتائی گئی تو حکم آیا کہ اس رپورٹ کو کسی طور پر بھی باہر نہیں آنا چاہئے۔

چنانچہ رپورٹ کہیں محفوظ کر دی گئی ہے۔ ''اے آر وائی'' کے پروگرام ''دی رپورٹر'' کے میزبان سمیع ابراہیم اور صابر شاکر نے ختم نبوت کے حوالہ سے کی گئی آئینی ترامیم کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اپنے ذرائع کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہ ترمیمی بل این جی او ''پلڈاٹ'' کے سرکردہ لوگوں کی مشاورت سے تیار کیا گیا تھا۔ صابر شاکر نے مزید بتایا کہ اس بل کی کاپیاں قومی اسمبلی میں لائے جانے سے قبل چند بیرونی سفارت کاروں کو پیش کی گئیں اس بل کے اسمبلی میں پیش کئے جانے سے ایک دن پہلے وزیر خارجہ خواجہ آصف امریکی دورہ پر روانہ ہوئے تھے اور اُن سے پہلے امریکہ میں اس بل کی تفصیلات پہنچ چکی تھیں۔

مذکورہ آئینی ترامیم اور قوانین کی منسوخی باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کے تحت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وزیر خارجہ خواجہ آصف نے امریکہ میں قادیانی کمیونٹی کے نمائندہ ''ظہیر باجوہ'' سے ملاقات کی اور مبارک بادیں وصول کیں۔ قادیانیوں کی امریکہ سے ہی آپریٹ ہونے والے فیس بک پیج ''ربوہ ٹائم'' پر خواجہ آصف کی قادیانی رہنما سے ملاقات کی تصاویر شائع کی گئیں۔ میڈیا ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ محض اتفاق نہیں تھا بلکہ یہ تقریب ملاقات بھی آئینی ترامیم کے نام پر قادیانیوں کا راستہ روکنے والی قانونی دفعات کے آئین سے اخراج پر داد تحسین وصول کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ خواجہ آصف امریکہ سے واپس آکر حکومتی حلیف ''جیو چینل'' کے پروگرام ''کیپٹل ٹاک'' میں حامد میر اور ایکسپریس چینل کے پروگرام ''کل تک'' کے میزبان جاوید چوہدری کے سوالات کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکے بلکہ ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کے مصداق وہ قادیانی رہنما سے اپنی ملاقات پر تاویلیں پیش کرتے رہے جو انتہائی نامناسب بلکہ مضحکہ خیز تھیں۔ خواجہ آصف صاحب کے بقول ایک کمیونٹی میٹنگ میں ہال سے گزرتے ہوئے سرسری ہیلو ہائے ہوئی تھی کوئی باقاعدہ طے شدہ ملاقات نہ تھی۔ مگر جو تصاویر ''ربوہ ٹائم'' کی ویب سائٹ پر اب بھی موجود ہیں وہ کچھ اور ہی موڈ اور مختلف صورت حال بتاتی ہیں۔

......☆☆......

[قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے]

انتخابات ایکٹ، ۲۰۱۷ء میں ترمیم کرنے کا بل

ہرگاہ کہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں رونما ہونے والی اغراض کے لیے انتخابات ایکٹ، ۲۰۱۷ء (نمبر ۳۳ بابت ۲۰۱۷ء) میں ترمیم کی جائے۔

بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:۔

۱۔ **مختصر عنوان اور آغاز نفاذ:۔** (۱) یہ ایکٹ انتخابات (ترمیمی) ایکٹ، ۲۰۱۷ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ **ایکٹ نمبر ۳۳ بابت ۲۰۱۷ء کی دفعہ ۲۴۱ میں ترمیم:** انتخابات ایکٹ ۲۰۱۷ء (نمبر ۳۳ بابت ۲۰۱۷ء) بعد ازیں جس کا حوالہ مذکورہ ایکٹ کے طور پر دیا گیا ہے، دفعہ ۲۴۱ میں شق (و) میں، نیم وقفہ سے قبل، عبارت ''ماسوائے آرٹیکلز ۷ب اور ۷ج'' کو شامل کر دیا جائے گا۔

۳۔ **ایکٹ نمبر ۳۳ بابت ۲۰۱۷ء کے فارم الف میں ترمیم:۔** مذکورہ ایکٹ میں، فارم الف میں، امیدوار کی جانب سے اقرار نامہ میں:

(۱) عنوان ''امیدوار کی جانب سے اقرار نامہ'' کو ''نامزد شخص کی طرف سے اقرار نامہ اور بیانِ حلفی'' سے تبدیل کر دیا جائے گا۔

(۲) مذکورہ بالا تبدیل شدہ عنوان کے تحت، پیرا ۱ کے ذیلی پیروں (اوّل)، (دوم)، (سوم)، (چہارم)، اور (پنجم) کو، حسب ذیل سے تبدیل کر دیا جائے گا۔

''۱۔ میں مذکورہ بالا امیدوار حلفاً اقرار کرتا/کرتی ہوں کہ:۔

(اول) میں نے مذکورہ بالا نامزدگی پر اپنی رضامندی ظاہر کی ہے اور یہ کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل ۶۲ میں مصرحہ اہلیت پوری کرتا/کرتی ہوں اور یہ کہ سینٹ/قومی اسمبلی/صوبائی اسمبلی☆ کا رکن منتخب ہونے کے لیے دستور کے آرٹیکل ۶۳ یا فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون میں مصرحہ نااہلیتوں میں سے کسی کی زد میں نہیں آتا/آتی ہوں۔

(☆دوم) میرا تعلق.. سے ہے اور مذکورہ سیاسی جماعت

(سیاسی جماعت کا نام)

کی طرف سے جاری کردہ سرٹیفکیٹ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں مذکورہ بالا حلقہ انتخاب سے جماعتی امیدوار رہوں، منسلک ہے۔

یا

میرا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

''۲۔ میں مذکورہ بالا امیدوار حلفاً اقرار کرتا/کرتی ہوں کہ:۔

(☆☆اوّل) میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا/رکھتی ہوں اور یہ کہ میں کسی ایسے شخص کا/کی پیروکار نہیں ہوں جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو اور یہ کہ میں کسی ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح نہیں مانتا/مانتی ہوں اور نہ ہی قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا/رکھتی ہوں یا خود کو احمدی کہتا/کہتی ہوں۔ میں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے کیے ہوئے اس اعلان کا وفادار رہوں گا/گی کہ پاکستان معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگی۔ میں صدق دل سے پاکستان کا حامی اور وفادار رہوں گا/گی اور پاکستان کی خودمختاری اور سالمیت کا تحفظ اور دفاع کروں گا/گی اور یہ کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا/گی جو قیامِ پاکستان کی بنیاد ہے۔

''۳۔ میں، متذکرہ بالا امیدوار، یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے خصوصی اکاؤنٹ نمبر ____________ (جدولی بنک کا نام اور برانچ) ______________________________ کے پاس انتخابی اخراجات کی غرض کے لیے کھولا ہے''

(۳) باقی ماندہ پیروں ۲، ۳، ۴، اور ۵ کو بطور ۴، ۵، ۶ اور ۷ دوبارہ نمبرز لگائے جائیں گے؛ اور

(۴) صفحہ کے آخر میں حسب ذیل عبارت شامل کر دی جائی گی:

''☆غیر متعلقہ الفاظ قلم زد کر دیے جائیں۔

☆☆صرف مسلمان امیدواروں کے لیے۔

بیان اغراض ووجوہ

۱۔ انتخابات ایکٹ، ۲۰۱۷ء (نمبر ۳۳ بابت ۲۰۱۷ء) کے وضع کیے جانے کے واقعہ کے بعد، نامزدگی فارم (الف) جو کہ ایکٹ کے ساتھ منسلک ہے کے بارے میں قومی اسمبلی میں اور میڈیا میں بھی ”امیدوار کی جانب سے اقرار نامے“ کے الفاظ کی نسبت بدگمانی کا اظہار کیا گیا ہے۔

۲۔ مزید تنازعہ سے بچنے کے لیے، قومی اسمبلی کی تمام سیاسی جماعتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ”نامزد شخص کی طرف سے اقرار نامہ اور بیان حلفی، کے اصل متن جو کہ اصل فارم۔ا الف میں شامل ہے کو اصل حالت میں بحال کیا جانا چاہیے۔

۳۔ عام انتخابات کے انعقاد کے فرمان، ۲۰۰۲ء (چیف ایگزیکٹو فرمان نمبر ۷ بابت ۲۰۰۲ء) کی منسوخی کے نتیجے میں آرٹیکلز ۷-ب اور ۷-ج کے حذف کی نسبت بھی بدگمانی کا اظہار کیا گیا ہے۔ مزید تنازعہ سے بچنے کی خاطر، تمام سیاسی جماعتوں میں اس بات پر اتفاق ہے کہ آرٹیکلز ۷-ب اور ۷-ج کے احکامات کو انتخابات ایکٹ، ۲۰۱۷ء کی دفعہ ۲۴۱ میں ترمیم کے ذریعے ایضاً برقرار رکھا جائے۔ لہٰذا یہ بل وضع کیا گیا۔

زاہد حامد

وزیر برائے قانون وانصاف

وزیر انچارج

دعاءِ صحت

- قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ گزشتہ تین ماہ سے علیل ہیں
- حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ دو سال سے شدید علیل ہیں
- مدرسہ معمورہ ملتان کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی گزشتہ ایک سال سے شدید علیل ہے
- لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب طویل عرصے سے علیل ہیں
- مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل کے والد اور حافظ محمد اکرم احرار کے برادر شدید علیل ہیں

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ انہیں شفا کاملہ عطا فرمائے۔

مصائب اور سلفِ صالحین کا طرزِ عمل

ترجمہ: مولوی محمد نعمان سنجرانی

• حضرت اعمش شہر بن حوشب سے اور وہ حارث بن عمیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اُن پر کبھی غشی طاری ہوتی تھی اور کبھی ہوش میں آجاتے تھے کہ فرمانے لگے: ''آپ جیسے چاہیں میرا گلا گھونٹ دیں، آپ کی عزت کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔'' (سیر اعلام النبلاء، جلد: ۱، ص: ۴۰۷)

• مُبَرِّد سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مجھے غنا سے زیادہ فقر محبوب ہے اور صحت سے زیادہ بیماری''۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''اللہ ابوذر پر رحم فرمائے! میں تو صرف یہ کہتا ہوں جو شخص اپنی ذات کے لیے اللہ کی پسند ناپسند پر راضی ہو جاتا ہے تو وہ کچھ خواہش نہیں رکھتا اور یہی قضا کے فیصلوں پر رضا مند (رضا بالقضا) ہونے کا درجہ ہے''۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد: ۱، ص: ۲۶۲)

• وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: ''مصیبت میں جو شخص تم میں سے سب سے زیادہ گھبراہٹ کا اظہار کرے وہ سب سے زیادہ دنیا سے محبت کرنے والا ہے''۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد: ۴، ص: ۵۵۱)

• شعبی سے روایت ہے کہ حضرت شُریح نے فرمایا: ''جب مجھے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس پر میں اللہ کی چار بار تعریف کرتا ہوں کہ اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا نہیں فرمایا اور اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس نے مجھے صبر کی توفیق دی اور اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی توفیق دی جس پر مجھے ثواب کی امید ہے اور اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ مصیبت کے نتیجے میں پہنچنے والا نقصان میرے دین میں واقع نہیں ہوا''۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد: ۴، ص: ۱۰۵)

• غسّان بن المفضَّل غَلابی کہتے ہیں کہ مجھے میرے ایک دوست نے حدیث مبارک سنائی، ایک شخص امام یونس بن عبید رحمہ اللہ کے پاس آیا اور اپنے تنگ دستی اور معاشی پریشانیوں اور غموں کا ذکر کیا۔ یونس بن عبید نے فرمایا: ''کیا اپنی بصارت کے بدلے میں تمھیں ایک لاکھ ملنے پر خوشی ہوگی؟ وہ کہنے لگا: نہیں۔ فرمایا: پھر سماعت کے بدلے میں؟ اس نے کہا: نہیں، فرمایا: زبان کے بدلے میں؟ پھر فرمایا: عقل کے بدلے میں؟ اس نے کہا: نہیں۔ اسی طرح اس کو اللہ کی نعمتیں یاد کروائیں۔ پھر حضرت یونس نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم لاکھوں کے مالک اور تم اپنی حاجتوں پر غم زدہ ہو''۔ (سیر اعلام النبلاء، جلد: ۶، ص: ۲۹۲)

• اشعث ابن سعید سے روایت ہے کہ امام ابن عون نے فرمایا: آدمی رضا کی حقیقت کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ فقر پر بھی ویسا ہی راضی ہو جیسے مالداری پر راضی ہوتا ہے۔ تم کیسے اللہ سے اس کی قضا کے طالب بنتے ہو،

پھر اگر اس کا فیصلہ تمھاری خواہش کے مخالف ہوتو ناراض ہو جاتے ہو۔ مبادا تمھاری پسند تمھارے لئے باعثِ ہلاکت ہو اور اگر اللہ کا فیصلہ تمھاری خواہش کے مطابق ہوتو تم راضی ہو جاتے ہو۔ تم خود سے انصاف نہیں کر رہیا ور نہ تم بابِ رضا کی حقیقت کے عارف ہو۔ (صفۃ الصفوۃ، جلد:۳، ص:۳۱۱)

- احمد ابنِ عِصام سے روایت ہے کہتے ہیں کہ زُہَیر ابنِ نُعیم نے فرمایا: بے شک یہ معاملہ (معاملۂ زیست) دو چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ ایک صبر اور دوسرا یقین۔ اگر یقین ہو لیکن اس کے ساتھ صبر نہ ہوتب بھی ناقص ہے، اگر صبر ہو اور اس کے ساتھ یقین نہ ہوتب بھی ناقص ہے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی ایک بڑی عمدہ مثال بیان فرمائی۔ فرمایا کہ یقین اور صبر کی مثال ایسے ہے کہ جیسے دو کسان مل کر زمین کھود رہے ہوں ان میں سے اگر ایک بیٹھے تو دوسرا بھی بیٹھ جائے۔ (صفۃ الصفوۃ، جلد:۴، ص:۸)

- حضرت عثمان ابن ہیثم سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ بصرہ میں قبیلہ بنوسعد کا ایک آدمی تھا جو عبیداللہ بن زیاد کی فوج میں افسر تھا۔ ایک روز وہ چھت سے گرا اور اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ حضرت ابوقلابہ اس کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے امید ہے کہ تمھارے لئے بہتر ہوگا۔ اس نے کہا اے ابوقلابہ! میری دونوں ٹانگوں کے بیک وقت ٹوٹنے میں کیا بہتری ہوسکتی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اللہ نے جو کچھ چھپا رکھا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ (یعنی ہماری معلومات ناقص ہیں)۔ ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ اس شخص کے پاس ابن زیاد کا خط آیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے لشکر میں پہنچو۔ اس نے پیغام لانے والے قاصد سے کہا: میرا حال تمھارے سامنے ہی ہے۔ ابھی سات دن ہی گزرے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مظلومانہ قتل کی خبر آن پہنچی۔ وہ شخص کہنے لگا: اللہ ابوقلابہ پر رحم کرے بے شک یہ (میری ٹانگوں کا ٹوٹنا) میرے لئے بہتر تھا۔ (صفۃ الصفوۃ، جلد:۲، ص:۳۸)

found.

عقیدہ ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا محمد یوسف شیخوپوری

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اوراساسی عقائد میں سے ہے جس کے مجروح ہوجانے سے ہمارے دامن ایمان میں کچھ بچتا ہی نہیں۔قرآنِ مجید نے جہاں ہماری نجات کے لیے توحید وقیامت، معاد وحشر کے عقیدہ کو جزو لازم ٹھہرایا ہے وہاں عقیدہ ختم نبوت کوایمان کا جزولاینفک قرار دیا ہے۔جس سے سرِ موتجاوز کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بتایا ہے۔

بلکہ اگر چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو خود قرآن پاک کا موجودہ صورت میں بغیر تحریف اور تبدل وتغیر کے محفوظ رہنا اور دنیا کے چپے چپے میں حفاظ وقرا کا موجود ہونا عقیدہ ختم نبوت کا پرچار کرتا ہے۔ ذرا اسالیب قرآن کو دیکھئے الحمد کے الف سے لے کر والناس کے سین تک کہیں بھی نہ اشارۃً نہ کنایۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ظلی ، بروزی تشریعی وغیر تشریعی نبی کا اور وحی کا ذکر نہیں حالانکہ اگر آقا کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو اس نبی اور اس کی طرف اترنے والی وحی کا ذکر سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ذکر سے کہیں زیادہ ضروری تھا لیکن اگر ذکر ملتا ہے تو یا سابقہ انبیا کا اوران کی طرف سے اترنے والی وحی کا یا خاتم الانبیا اور آپ کی طرف آنے والی وحی کا ملتا ہے جیسا کہ قرآن پاک کے ابتداء میں ”یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالآخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ “ فرمایا ہے اسی طرح قرآن پاک کی بے شمار آیات ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ صیغہ ماضی سے فرما کر واضح کیا ہے کہ جن جن کو خلعتِ نبوت رسالت سے نوازنا تھا نواز دیا گیا اُنْزِلَ اور اَوْحَیْنَا کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اب آقا کے بعد نبوت کی راہ کو ابدالآباد کے لیے مسدود کر دیا گیا۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں قرآن نے یہ اسلوب اختیار فرمایا کہ ان کا ذکر کرتے وقت رُسل جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے مثلاً ”یٰا بَنِیْ آدَمَ اِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ “(اعراف) حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلیٰ آثَارِھِمْ بِرُسُلِنَا “(حدید) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ”وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ “(بقرہ) تمام جگہوں میں رُسل جمع ہی کا لفظ ہے لیکن جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو اسلوب قرآنی بدل گیا اور جمع کے صیغہ رُسل کے بجائے واحد کا صیغہ رسول استعمال کیا ”وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِ اسْمُہٗ اَحْمَد “جس سے عقیدہ ختم نبوت واضح ہوتا ہے یوں قرآن کو بنظرِ تحقیق دیکھئے تو عالم ارواح میں رب العالمین نے انبیاء کے میثاق میں ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ “فرما کر عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کوواضح کیا ہے۔سورہ مائدہ میں ”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ “ کا فلسفہ بول کر آقا کے بعد ضرورت نبوت کی گنجائش کو قطع کر دیا۔آیت استخلاف میں وعدہ خلافت فرما کر اس عقیدہ کوواضح کیا

قربان جائیں قرآن کا تو صرف ایک اشارہ ہی کافی تھا مگر اس عقیدہ کی اہمیت کی خاطر ایک سو سے زائد آیات میں مَاثَبَتَ بِنَظْمِ النص کے طور پر اور ہر ہر آیت میں کہیں عبارت النص تو کہیں پر اشارۃ النص کے طور پر اور کہیں پر دلالت النص تو کہیں پر اقتضاء النص کے طور پر اس عقیدے کو بیان کیا گیا ''قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا'' اور وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ. وَ مَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ '' میں عقیدہ ختم نبوت کی بھی بات ہے۔ اور بہت سی آیات میں اطاعت مصطفیٰ کا حکم دے کر اسی عقیدہ کو بیان کیا اور تمام ذکرِ قیامت اور احوالِ قیامت کی آیات آپ کے آخری ہونے کا اعلان کرتی ہیں۔

احادیث میں غور کیا جائے تو قرآن کی طرح ایک ایک حدیث مبارکہ اسی عقیدے کی اہمیت پر دال نظر آتی ہے، چاہے وہ سنن ہیں، مسند ہیں، معجم ہیں، جزء ہیں، مفرد ہیں، غریب ہیں یا مستدرک ہیں صحیحین اور دیگر کتب میں اس قدر کثیر روایات ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، پھر ان تمام میں ''لا نبی بعدی'' کے الفاظ تو تواتر لفظی اور تواتر معنوی دونوں سے ثابت ہیں۔ مسند احمد، کنز العمال اور مشکوٰۃ میں ہے جب حضرت آدم اپنی مٹی میں تھے "انی عندالله مکتوب خاتم النبیین''۔ حتیٰ کہ علامہ ابن عساکر فرماتے ہیں ''بَیْنَ کَتِفَیْ آدم مکتوب محمد رسول الله خاتم النبیین''۔ عالم برزخ ہو یا عالم آخرت اعلان آقا کی ختم نبوت کا ہے بخاری و مسلم کی طویل روایت میں شفاعت کے موقع پر جب خلقت سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے ہو کر آخر میں آخری نبی کے پاس آئے گی تو لوگ یوں کہیں گے ''انت رسول و خاتم الانبیاء'' اسی طرح بخاری و مسلم اور ترمذی کی روایت میں ایک محل سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ انبیاء کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں ''فانا اللبنۃ و انا خاتم النبیین'' اب کسی اور کی جگہ نہیں ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ امتیازی خصوصیات کا ذکر ہے۔ ان چھ میں ایک ''ارسلت الی الخلق کا فۃ و ختم بی النبیون'' ہے۔ صحیحین میں ہے ''نحن الآخرون السابقون'' ہم ترتیب میں تو سب سے آخر میں ہیں لیکن فضیلت میں سب سے پہلے ہیں۔ اور فرمایا: میری امت آخری ہے، میری مسجد آخری ہے، میری کتاب آخری ہے۔ کنز العمال میں ہے ''کنت اوّل النبیین فی الخلق و اخرھم فی البعث''۔ بے شمار روایات میں انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا ''بعثت انا و الساعۃ کھا تین''۔ ایک جگہ فرمایا: ''انا حظکم من الا نبیاء و انتم حظی من الامم'' یعنی انبیاء میں سے تمہارے حصہ میں میں آیا ہوں کوئی اور نہیں اور امتوں میں سے میرے حصہ میں تم آئے ہو کسی اور کے حصہ میں نہیں۔ الغرض حضرت مفتی محمد شفیع کے بقول دو سو سے زائد احادیث سے صراحتاً عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ آیئے دعوتِ فکر ہے کہ جو عقیدہ نجات و سرفرازی کا ضامن ہے، جو دنیا و عقبیٰ میں کامیابی کا زینہ ہے، جو اساسِ اسلام ہے، جس کے مجروح ہو جانے سے دامن ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے تحفظ کے لیے میدانِ عمل میں اتریں اور یہ عزم کریں کہ جب تک زندہ ہیں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرتے رہیں گے۔

☆......☆......☆

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (۱۹ ویں و آخری قسط)

حافظ عبیداللہ

چند مزید مغالطے اور اُن کی حقیقت

قارئین محترم! تمنا عمادی صاحب کی کتاب کے سرورق پر لکھا ہے ''انتظارِ مہدی و مسیح، فن رجال کی روشنی میں'' اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر عمادی صاحب نے احادیث کا جائزہ فنِ رجال وجرح وتعدیل کی روشنی میں لینا تھا تو پھر اِس فن کے ہر اصول اور قاعدہ کا لحاظ رکھا جاتا، لیکن افسوس کہ عمادی صاحب نے علم رجال کی کتابوں سے صرف وہ باتیں لیں جن سے قاری کو شک وشبہ میں مبتلا کیا جا سکے اور جہاں انہیں کتب رجال میں اپنے مطلب کی کوئی چیز نہ ملی وہاں انہوں نے اپنے مفروضے اور اپنے اصول بھی ایجاد کر لیے اور پھر بھی کام نہ چلا تو علماء فن رجال کے نزدیک معروف شخصیات کو فرضی اور من گھڑت شخصیت قرار دے دیا۔

عمادی صاحب نے نزولِ عیسیٰ ◆ کی احادیث کے راویوں پر بزعم خود تنقید کے بعد اِن احادیث کی حیثیت گھٹانے کے لئے چند اور تلبیسات بھی پیش کی ہیں جن کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

تلبیس نمبر (1)

''یہ احادیث صرف فلاں فلاں راوی یا فلاں محدث کو ہی کیوں ملی؟ باقیوں کو کیوں نہ مل سکی؟ یا فلاں حدیث صرف امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ہی کیوں نقل کی، باقیوں نے کیوں نہ بیان کی؟ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جھوٹی حدیثیں بنانے والوں کو باقی کتابوں میں یہ حدیثیں داخل کرنے کا موقع نہ مل سکا **وغیرھا من الشبہات**''.

(دیکھیں: انتظار مہدی ومسیح، صفحہ 259)

تلبیس کا ازالہ

منکرینِ حدیث کے نام نہاد ''محدث العصر'' یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صرف وہی حدیث قابل قبول اور صحیح ہوگی جو تمام کتب حدیث میں موجود ہو اور تمام محدثین نے اسے نقل کیا ہو، اگر کوئی حدیث دو تین کتابوں میں مذکور ہو اور باقی محدثین نے اسے اپنی کتابوں میں ذکر نہ کیا ہو تو عمادی صاحب کے ''تلبیسی فنِ رجال'' کے مطابق یہ اس بات کا ثبوت ہے

کہ وہ حدیث جھوٹی ہے اوراس کے وضاعین (گھڑنے والوں) کو باقی کتابوں میں وہ حدیث داخل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ لیجیے! اس ''تمنائی اصول'' سے احادیث کی ایک کثیر تعداد تو موضوع اور من گھڑت ٹھہری، مثال کے طور پر صحیح بخاری کو ہی لیجیے، اس کی سب سے پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات...... الخ'' کے بارے میں محدثین کا اتفاق ہے کہ اِن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کسی بھی صحیح سند کے ساتھ حضرت عمر ♦ کے علاوہ کسی اور صحابی سے مروی نہیں، حضرت عمر ♦ نے یہ حدیث مدینہ طیبہ میں خطبہ کے دوران بیان فرمائی لیکن اُن سے روایت کرنے والے تنہا علقمہ بن وقاصؒ ہیں، پھر علقمہؒ سے صرف محمد بن ابراہیمؒ روایت کرتے ہیں، اور محمد بن ابراہیمؒ سے صرف یحییٰ بن سعیدؒ ہی روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح صحیح بخاری کی آخری حدیث ''کلمتان حبیبتان الی الرحمن......الخ'' بھی صرف حضرت ابو ہریرہ ♦ بیان کرتے ہیں، اُن سے ابوزرعہؒ پھر اُن سے عمارہ بن القعقاعؒ، اور عمارہ سے صرف محمد بن فضیلؒ ہی روایت کرتے ہیں کوئی بھی ان کا متابع نہیں ملتا۔ تو عمادی صاحب جیسے محققین یہاں بھی یہ کہیں گے کہ حضرت عمر ♦ سے پہلی حدیث صرف علقمہ بن وقاص نے کیوں بیان کی؟ کسی اور نے کیوں نہ روایت کی؟ اسی طرح حضرت عمرؓ کے علاوہ کسی اور صحابی نے اِن الفاظ کے ساتھ کیوں نہ روایت کی؟، نیز صحیح بخاری کی آخری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ کسی اور صحابی سے کیوں مروی نہیں؟ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی صرف ابوزرعہؒ، پھر اُن سے صرف عمارہ بن القعقاعؒ اور اُن سے صرف محمد بن فضیلؒ کو ہی کیوں ملی؟ ثابت ہوا کہ یہ دونوں حدیثیں ''من گھڑت'' ہیں اور وضاعین نے صحیح بخاری میں ڈال دی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو یہی منکرینِ حدیث کے اِن ''جامع العلوم'' صاحب کا مشن اور ایجنڈا تھا جو وہ فنِ رجال اور اصول حدیث کا نام لے کر لوگوں کو دھوکہ دے کر پورا کرنے کی کوشش کرتے رہے، موصوف تو دنیا میں نہیں رہے، اگر ان کے ''یارانِ طریقت'' اور ان کی تلبیسات کو شائع کرنے والوں میں سے کوئی ہماری رہنمائی اصولِ حدیث کی اس کتاب کی طرف کردے جس میں مذکورہ بالا اصول لکھا ہے تو ہم اس کے ممنون ہوں گے۔ محدثین کے ہاں تو ثقہ وعادل کا تفرد قطعاً محلِ نزاع نہیں، اور نہ ہی کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ حدیث کی تمام کتب میں یا کم از کم صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں موجود ہو۔

تلبیس نمبر (2)

عمادی صاحب کا کہنا ہے کہ جن احادیث میں نزولِ عیسیٰ ؑ کا ذکر ہے ان میں مختلف واقعات مختلف الفاظ سے بیان ہوئے ہیں جسے وہ ''تضاد'' سے تعبیر کرتے ہیں، مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ کسی حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ نازل ہونے کے بعد لوگوں کی امامت کروائیں گے، اور کسی حدیث میں آتا ہے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو مسلمان نماز کی تیاری میں ہوں گے، آپ سے کہا جائے گا کہ آپ نماز پڑھائیں لیکن آپ انکار کریں گے اور مسلمانوں کے امام سے کہیں گے کہ آپ ہی امامت کروائیں، لہٰذا ان احادیث میں تضاد ہے، اور پھر یوں دھوکہ دیتے ہیں کہ:

''تمام اہل علم کے نزدیک اذا تعارضا تساقطا کا ایک مسلمہ اصول ہے یعنی جب دو متضاد باتیں باہم متعارض ہوں اور ان دونوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دے کر مرجوح کو ساقط کرنے کی گنجائش نہ ہو تو دونوں باتیں اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی، اس لئے یہ حدیثیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اور باہم متعارض ہیں اہل علم کے متفقہ اصول کے مطابق دونوں ساقط الاعتبار ہیں''۔ (انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 249)

تلبیس کا ازالہ

قارئین محترم! ہماری بحث نزولِ عیسیٰ ◆ کے بارے میں ہے اور اس بارے میں کہ آپ کا نزول ہونا ہے یا نہیں ہرگز صحیح احادیث میں کسی قسم کا تعارض یا تناقض نہیں پایا جاتا، احادیث کے پورے ذخیرہ میں کوئی ایک صحیح حدیث ایسی نہیں ملتی جس میں نزولِ عیسیٰ ◆ کی نفی یا تردید کی گئی ہو، لہٰذا احادیث میں الفاظ یا واقعات کی ترتیب میں اختلاف کو ''تضاد'' کا نام دے کر نزولِ عیسیٰ ◆ کے متفقہ مضمون کو غلط ثابت کرنا عمادی صاحب کا صریح دھوکہ ہے، آپ ◆ نے نازل ہونے کے بعد امامت کرنی ہے یا نہیں، اگرچہ حقیقتاً اس میں بھی کوئی تضاد نہیں لیکن اگر بالفرض ایک منٹ کے لئے اسے تضاد تسلیم بھی کر لیا جائے تو ساقط تو وہی بات ہوگی جس میں تعارض ہے یعنی صرف یہ بات واضح نہ ہوگی کہ آپ نے امامت کرانی ہے یا نہیں، لیکن دونوں حدیثوں میں یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ◆ نے نازل ہونا ہے یہ بات کیسے ساقط ہوگئی؟۔

نیز حقیقت یہ ہے کہ جسے عمادی تضاد بتا رہے ہیں وہ ہرگز تضاد نہیں، جس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ ◆ نازل ہونے کے بعد ''امامت کریں گے'' اس میں نماز کا ذکر نہیں بلکہ خود اس حدیث کے ایک راوی ''ابن ابی ذئب'' (محمد بن عبدالرحمٰن بن المغيرة القرشي المدني) جن کے بارے میں خود عمادی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ ''سارے محدثین کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں'' (انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 193)، جنہیں امام ذہبیؒ نے ''شیخ الاسلام، بڑی شان والے اور فقیہ مدینہ'' کہا، جو عمادی صاحب کی طرح ''ہندوستانی عجمی'' نہیں تھے بلکہ قریشی عربی تھے، انہوں نے اس کی تشریح بھی کر دی کہ اس سے مراد نماز والی امامت نہیں بلکہ قیادت اور راہنمائی ہے، لیکن عمادی صاحب کو یہ بات ''لایعنی اور بعید از قیاس'' معلوم ہوتی ہے (دیکھیں: انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 248)۔ جبکہ جس حدیث میں نماز کی امامت کا ذکر ہے اس میں یہ ہے کہ جب آپ کا نزول ہوگا تو اُس وقت مسلمان نماز کی تیاری میں ہوں گے تو آپ سے اُس نماز کی امامت کا کہا جائے گا لیکن آپ مسلمانوں کے اُس وقت کے امام سے کہیں گے کہ نہیں امامت آپ ہی کرائیں (جس کا مقصد لوگوں کو یہ بتانا ہوگا کہ میں حضرت محمد ﷺ کی شریعت کا متبع بن کر آیا ہوں۔ ناقل)۔ یہ صرف پہلی نماز کے بارے میں ہے، یہ کسی حدیث میں نہیں کہ اس کے بعد جب تک آپ زندہ رہیں گے کبھی بھی نماز کی امامت نہیں کرائیں گے۔

نیز اگر دونوں احادیث میں نماز والی امامت ہی مراد لی جائے تو بھی کوئی تعارض نہیں، جس حدیث میں مسلمانوں کے اُس وقت کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے وہ نزول کے بعد سب سے پہلی نماز کے وقت ہوگا تا کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ میں امت محمد یہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کا تابع بن کر آیا ہوں، اور پھر بعد میں جب مسلمانوں کی قیادت آپ کے ہاتھوں میں دی جائے گی تو آپ نمازیں بھی پڑھائیں گے جس کا ذکر دوسری حدیث میں ہے، **فلا اشکال**۔

اگر بیس تیس آدمی ایک واقعہ بیان کریں، بعض جزئیات میں ان کے الفاظ و بیان میں اختلاف ہو لیکن کوئی بات ایسی بھی ہو جسے سب بیان کریں اور کسی کا اس میں اختلاف نہ ہو تو اگر بالفرض اختلاف کی وجہ سے گرانا ہی ہے تو صرف اُن باتوں کو گرایا جائے گا جن میں اختلاف ہے، جو بات سب کے درمیان متفق علیہ ہے اسے قبول نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

آیئے مزید وضاحت کے لئے عمادی صاحب کی اس نرالی منطق کی روشنی میں خود اُن کی چند تحریروں کا جائزہ لیتے ہیں۔ اپنی کتاب ''امام زہری و امام طبری۔ تصویر کا دوسرا رُخ'' میں ایک جگہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ابن عباسؓ نے اپنی عمر بوقت وفات نبوی دس سال بتائی، اور بعض روایتوں میں ہے کہ تیرہ سال بتائی، اور بعض میں ہے کہ پندرہ سال بتائی، امام احمد رحمہ اللہ آخری قول کو صحیح بتاتے ہیں، مگر ولادت کے حساب سے تیرہ سال والا قول صحیح معلوم ہوتا ہے، ان کی عمر (70) ستر سال اور بروایتے (72) بہتر سال تھی، وفات سنہ 68ھ اور بروایتے سنہ 69ھ میں ہوئی''۔ (امام زہری و امام طبری، صفحہ 102)

لیجیے! وفات نبوی کے وقت حضرت ابن عباس ؓ کی عمر دس سال تھی؟ تیرہ سال تھی؟ یا پندرہ سال تھی؟ آپ کی کل عمر ستّر سال ہوئی؟ یا بہتر سال ہوئی؟ آپ کی وفات 68ھ میں ہوئی؟ یا 69ھ میں؟ تضادات ہی تضادات اور تناقضات ہی تناقضات لہٰذا ''عمادی منطق'' کے مطابق نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابن عباس ؓ کی ولادت ہی نہیں ہوئی اور نہ ان کی وفات ہوئی کیونکہ بقول عمادی صاحب ''تمام اہل علم کے نزدیک **اذا تعارضا تساقطا** کا ایک مسلمہ اصول ہے یعنی جب دو متضاد باتیں باہم متعارض ہوں اور ان دونوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دے کر مرجوح کو ساقط کرنے کی گنجائش نہ ہو تو دونوں باتیں اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی''۔

اسی طرح امام ابن شہاب زہریؒ کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زہری کی وفات حسب روایت سمعانی روز سہ شنبہ 17 رمضان سنہ 124ھ کو نواحی شام قریہ بیل میں ہوئی، اُن کی قبر قریہ زار میں ہے، معجم البلدان میں ہے کہ ''بیل'' بالکسر واللام ملک رَے کے قریوں میں سے ہے۔ بعضوں نے

سرخس کے قریوں میں لکھا ہے اور زار کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک قریہ ہے نواحی سمرقند میں اسختن کے قریوں میں سے جہاں لوگ عموماً دفن کیے جاتے ہیں......'' (امام زہری وامام طبری، صفحہ 88)

اب دیکھیں، یہ تو لکھا کہ امام زہری کی وفات ''بیل'' نامی گاؤں میں ہوئی، لیکن یہ ''بیل'' شام کا گاؤں ہے؟ یا رَے کا؟ یا سرخس کا؟ اسی طرح اُن کا مدفن ''زار'' ملک شام میں ہے یا سمرقند وغیرہ میں؟ کچھ معلوم نہیں، تضاد در تضاد ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ امام زہری کی وفات نہ ''بیل'' نامی کوئی گاؤں میں ہوئی اور نہ ہی ''زار'' میں ان کی قبر، بلکہ ان کی وفات ودفن سے متعلق تمام روایات واقوال کو رَدّ کر دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ ان کی وفات ہی نہیں ہوئی۔

؎ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا ...... لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

قارئین محترم! عمادی صاحب کو اپنے اس مفروضے کی کمزوری کا اچھی طرح علم تھا، چنانچہ خود اس کا ذکر بھی کرتے ہیں اور پھر اپنے ''یارانِ طریقت'' کے اطمینان کے لئے اس کا جواب دینے کی کوشش میں ''اپنی وحی والہام'' کے ذریعے یہ انکشاف بھی کرتے ہیں کہ:

''وضاعین وکذابین کا یہ بھی اصول رہا ہے کہ کسی غلط مفہوم کو ثابت کرنے کے لئے وہ چند حدیثیں گھڑتے ہیں اور ان میں اس غلط مفہوم کو بطور قدر مشترک ان سب حدیثوں میں رکھ کر اس مفہوم کے بعض لوازمات میں تھوڑا اختلاف ان اپنی من گھڑت حدیثوں میں قصداً رکھ کر پھر انہیں لوازمات پر ایک بحث چھیڑ دیتے ہیں تاکہ وہ اصل مفہوم زیر بحث ہی نہ آنے پائے اور لوگ انہیں لوازمات کے اختلاف میں الجھ کر رہ جائیں اور کچھ دنوں پر وہ اصل مفہوم غلط جس کے لئے وہ حدیثیں گھڑی گئیں وہ سب کا متفق علیہ مسئلہ ہو جائے......''۔ (انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 250)

دراصل عمادی صاحب کی بے تکیاں اور موشگافیاں اس کا مصداق ہیں کہ:

؎ بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا ...... کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

تلبیس نمبر (3)

اُن احادیث کا ذکر کرتے ہوئے جن میں نبی کریم ﷺ نے قیامت کی علامات بیان فرماتے ہوئے نزولِ عیسیٰ ◆ کا بھی ذکر فرمایا، عمادی صاحب یوں شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مختلف احادیث میں اِن علامات کی ترتیب مختلف مذکور ہے، کسی حدیث میں مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونے کا پہلے ذکر ہے اس کے بعد خروجِ دابّۃ، پھر یاجوج و ماجوج کے خروج اور پھر دجّال کے خروج کا ذکر ہے اور اس کے بعد نزولِ عیسیٰ ◆ کا ذکر ہے اور باقی علامات کا ذکر اس کے بعد ہے، جبکہ کسی حدیث میں سب سے پہلے دھواں نکلنے کا ذکر ہے، اس کے بعد دجّال کے خروج کا، اس کے بعد مغرب کی طرف سے سورج نکلنے کا اور اس کے بعد نزولِ عیسیٰ کا، اور پھر باقی علامات کا، اور پھر یہ اضافہ اپنی طرف سے

کرتے ہیں کہ ''ان کے بیان کا انداز یہی ہے کہ جو علامت پہلے ظاہر ہوگی اس کا ذکر پہلے کیا ہے، پھر اس کے بعد والی کا، پھر اس کے بعد والی کا''۔(ملخصاً: انتظارِ مہدی و مسیح، صفحہ 265-266)

تلبیس کا ازالہ

قارئین محترم! جن احادیث میں علامات قیامت کا ذکر ہے اُن میں ترتیب بیان نہیں کی گئی کہ پہلے فلاں ہوگی پھر فلاں، بلکہ حرف ''و'' کے ساتھ صرف یہ بیان ہے کہ قیامت سے پہلے یہ سب علامات ظاہر ہوں گی، اور عربی میں حرف ''و'' ترتیب کے لیے نہیں آتا، نبی کریم ﷺ نے صرف بتایا ہے کہ قیامت سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہوگا، زمین سے ایک جانور نکلے گا، یاجوج و ماجوج نکلیں گے، دجّال نکلے گا، تین جگہ زمین دھنسے گی، حضرت عیسیٰ ◆ کا نزول بھی ہوگا اور دوسری علامات بھی ہوں گی، جن احادیث کے بارے میں عمادی صاحب یہ تلبیس پیدا کر رہے ہیں اُن میں حرف ''ف'' یا حرف ''ثم'' نہیں کہ عمادی صاحب اس سے ترتیب سمجھ رہے ہیں، لہٰذا اسے خوامخواہ تضاد بنانے کی کوشش کرنا تمنائی دھوکہ ہے اور کچھ نہیں۔

عمادی صاحب نے ایک حدیث میں یہ لفظ دیکھ لیا کہ صحابی نے دس علامات گنواتے ہوئے 9 علامات گنوانے کے بعد کہا کہ ''ان میں آخری علامت فلاں ہے'' یا کہا کہ ''دسویں علامت فلاں ہے'' تو یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ اس کا مطلب ہے کہ یہ دسویں سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوگی اور جس ترتیب سے علامات راوی نے بیان کی ہیں ان کے ظہور کی ترتیب بھی وہی ہے، یہ عمادی فنِ تلبیس کا شاہکار ہے، کیونکہ دس علامات کو بیان کرتے ہوئے جب یہ کہا جائے کہ دسویں یا آخری فلاں ہے تو اس سے مراد اِن دس علامات میں سے نمبر دس اور آخری ہوتا ہے، اِس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ پہلی نو علامات کے واقع ہونے کی بھی وہی ترتیب ہوگی جیسے راوی بیان کر رہا ہے؟ ہاں اگر حدیث میں علامات کو گنواتے ہوئے شروع سے ''ف'' یا ''ثم'' کے ساتھ ہی ترتیب بیان کی جاتی تو بات اور ہوتی۔

بہرحال ہمارا استدلال اِن احادیث میں علامات قیامت کی بیان کردہ ترتیب سے نہیں، بلکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے علامات قیامت میں سے ایک اہم علامات ''نزولِ عیسیٰ ◆'' بھی بیان فرمائی ہے۔

تلبیس نمبر (4)

قارئین محترم! حدیث کی بہت سی کتب اُن کے مصنفین سے اُن کے شاگردوں کے واسطے سے نقل کی گئی ہیں، مثلاً امام مالک بن انسؒ کی مؤطا اُن کے آٹھ شاگردوں کی واسطے سے روایت کی گئی ہے جن کے نام یہ ہیں: **یحییٰ اللیثی، ابو مصعب الزھری، عبداللّٰہ بن مسلمۃ القعنبی، سوید بن سعید الحدثانی، یحییٰ بن عبداللّٰہ بن بکیر، عبدالرحمن بن القاسم، علی بن زیاد اور محمد بن حسن الشیبانی**، اُس وقت چھاپا خانے یا پریس

تو ہوتے نہیں تھے بلکہ محدثین اپنے شاگردوں کو اپنی کتاب نقل کراتے تھے یعنی احادیث تو استاد بیان کرتا تھا لیکن اسے قلم بند کرنے والے ان کے شاگرد ہوتے تھے اس طرح وہ کتب قلمی نسخوں کی صورت میں آگے چلتی تھیں، اسی لئے ہمیں بہت سی کتابوں میں ایسے الفاظ ملتے ہیں کہ جس مصنف کی طرف کتاب منسوب ہے اسی کے بارے میں لکھا ہوتا ہے کہ ''قال فلان'' اور آگے حدیث کی سند بیان ہوتی ہے۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ جس شاگرد نے اپنے استاد سے یہ کتاب نقل کی اس نے اپنے استاد کا نام لکھ کر آگے اس کی سند کے ساتھ حدیث بیان کر دی، لیکن عمادی صاحب نے یہاں بھی دھوکہ دینے کے لئے یہ لکھ دیا کہ:

''آپ کو تعجب ہوگا کہ کوئی محدث خود اپنی ذات سے کس طرح روایت کریگا؟ بات یہ ہے کہ محدثین کی کتابوں میں ان کے تلامذہ کے مسودات بھی بعد کو داخل کر دیے گئے۔ بعض جگہ تو اس محدث کا نام حذف کیا جا سکا اور بعض جگہ رہ گیا......'' (انتظارِ مہدی ومسیح، صفحہ 296)

تلبیس کا ازالہ

قارئین محترم! محدثین سے ان کی کتب سندوں کے ساتھ نسل در نسل نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ آج کسی بھی شیخ الحدیث کے پاس چلے جائیں وہ آپ کے سامنے امام بخاریؒ تک اپنی مکمل سند بیان کر دے گا، عمادی صاحب کو دھوکہ یہ لگا ہے یا وہ یہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ مثلاً امام بخاریؒ کے بعد آنے والے تمام لوگوں نے لکھی اور چھپی ہوئی صحیح بخاری پڑھ کر یہ یقین کر لیا ہے کہ یہ امام بخاریؒ کی کتاب ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کتبِ حدیث، خاص طور پر صحاح ستہ جیسے کتابی صورت میں موجود ہیں ایسے ہی نسل در نسل سند کے ساتھ ان کے مصنفین تک متصل بھی ہیں، لہٰذا اس تمنائی تلبیس کی کوئی حیثیت نہیں کہ ان کتب میں نامعلوم شاگردوں نے اپنے مسودے شامل کر دیے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین عظام، ائمہ حدیث واسماء الرجال اور سلف صالحین کے فہم قرآن وحدیث کے مقابلے میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے والوں اور اصولِ حدیث وفنِ اسماء الرجال کا نام لے کر مغالطات وتلبیسات کا جال بُن کر انکارِ حدیث کی ترغیب دینے والوں سے محفوظ رکھے۔

اِن اُرِیدُ اِلّا الاِصلاحَ مَا استَطعتُ وَمَا تَوفِیقِي اِلّا بِاللّٰہِ العَلِيِّ العَظِیم

☆☆☆☆

عبدالکریم آغا شورش کاشمیری مرحوم

انتظار احمد اسد

رشید احمد صدیقی نے کہا تھا ''شورش کاشمیری ابوالکلام کے طنطنہ قلم اور ظفر علی خان کے ہمہمہ انشا کا وارث ہے''۔ ''زمیندار'' کی زبان، ظفر علی خان کی صحافت، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خطابت اور آزاد کی نثر کے وارث کا نام تھا شورش کاشمیری۔ سن کا تو علم نہیں لیکن اتنا معلوم ہے کہ غالبًا ان کے پردادا سری نگر سے مہاراجا گلاب سنگھ کے عہد میں نقل مکانی کر کے امرت سر (پنجاب) میں آ بسے تھے بعد میں ان کے دادا امیر بخش لاہور چلے آئے انھوں نے ایبک روڈ انارکلی پر ایک تنور لگایا یہاں کشمیری باقر خانی اور قلچے بیچنے لگے اس کاروبار میں انھوں نے خوب نام کمایا۔ امیر بخش کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام نظام الدین تھا یہی ہمارے شورش کاشمیری کے والد محترم تھے۔

عبدالکریم شورش 14 اگست 1917ء کو لاہور میں پیدا ہوئے انھوں نے دیوسماج ہائی سکول انارکلی میں تعلیم پائی یہ زمانہ سائمن کمیشن کی ہندوستان میں آمد کا تھا۔ کسی بھی ہندوستانی کو اس میں شامل نہ کرنے کی وجہ سے پورا ملک شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا، شہر شہر خفیہ اور شدت پسند جماعتیں قائم تھیں، تحریک آزادی کی رفتار تیز ہوگئی تھی نوجوانوں پر ان حالات کا گہرا اثر تھا لالہ لاجپت رائے کا دنیا سے اٹھ جانا، بھگت سنگھ کی موت، جلیانوالہ باغ کا واقعہ یہ حالات تھے جب شورش نے اپنی زندگی کو آزادی کی تحریک کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ابتداء میں انھوں نے ایک ہندو دوست کے ساتھ مل کر "بال بھارت سبھا" قائم کی۔ ابتدائی عمر میں ہی وہ ظفر علی خان کے "زمیندار" کے قاری بن گئے تھے کیونکہ یہ اخبار ان کی دادی اماں پڑھا کرتی تھیں۔ شورش نے پہلی تقریر مسجد شہید گنج کے ہنگامے کے دنوں میں 1935ء میں شاہی مسجد لاہور میں کی جس پر وہ گرفتار ہوئے مقدمہ چلا تین سال قید اور تین سو جرمانے کی سزا ہوئی بعد میں تین ماہ کی قید کے بعد وہ رہا ہوگئے۔ 1935ء سے 1939ء تک ہر سال چند ماہ جیل میں جانا ان کا معمول بن گیا۔ حالات کی سنگینی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ 1944ء میں صرف 47 سال کی عمر میں 9 برس جیل میں گزار چکے تھے۔

شورش شروع میں ظفر علی خان سے متاثر تھے۔ چوہدری افضل حق سے ملاقات اور مسجد شہید گنج کے واقعات نے ان کو بڑے بڑے مسلمان لیڈروں سے متنفر کر دیا۔ فروری 1939ء میں وہ مجلس احرار میں شامل ہوگئے تھے۔ 27 مئی 1945ء کو ان کی انبالہ میں اپنی ماموں زاد سے شادی ہوئی دلہن لیکر لاہور آئے تو ولیمہ میں دوسرے احباب کے ساتھ مولانا ظفر علی خان بھی موجود تھے انھوں نے ارتجالاً تین اشعار کا یہ قطعہ کہا:

گجردم لے کے قاصد یہ مسرت زا پیام آیا — کہ انبالہ سے شورش پھندنا سی دلہن لایا
میرے دل سے دعا نکلی کہ اس جوڑے کے سر پر ہو — نبی کی رحمتوں کا اور خدا کے فضل کا سایہ

عبدالکریم کے معاشی حالات بہتر نہ تھے شادی کے بعد انہوں نے مختلف ناشروں کے ہاں اجرت پر کام کرنا شروع کیا، مسودوں کی تصحیح، ترتیب، نظر ثانی کے علاوہ خود بھی لکھتے اس طرح چار پانچ سو روپیہ حاصل کر لیتے۔ اس کے بعد پر بودھ چندر جو کہ مشہور کانگرسی لیڈر لالہ پنڈی داس کے داماد تھے کے ساتھ ملکر ایک پبلشنگ ہاؤس قائم کیا۔ مولانا آزاد کی شہرہ آفاق کتاب "غبار خاطر" کا دوسرا ایڈیشن انھوں نے شائع کیا اس ادارہ کا شیرازہ تقسیم کے بعد بکھر کر رہ گیا۔

بد قسمتی سے شورش تعلیم جاری نہ رکھ سکے لیکن قید بند کے ایام میں اپنے عہد کے مشہور مشاہیر علم ادب کی رفاقت، صحبت، اور وسیع مطالعے نے ان کو اس قابل بنا دیا تھا کہ اپنے عہد کے تمام علوم پر نہ صرف انھوں نے اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی بلکہ بعض علوم میں ان کی حیثیت انسائیکلو پیڈیا کی سی تھی۔ انھوں نے مولانا آزاد سے نثر کا پر شکوہ انداز سیکھا، مولانا ظفر علی خان کی تتبع میں صحافتی شاعری اختیار کی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی پیروی میں وہ شعلہ بیان خطیب بن گئے انھوں نے اپنے تئیں مولانا آزاد کی مصنوعی شاگردی کا دعوٰی بھی کیا ہے جیسا کہ ان کا یہ شعر ہے:

کسی ذلیل قلم کار سے تعلق کیا
خدا کا شکر ہے، تلمیذ بوالکلام ہوں میں

اس بات سے کوئی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا کہ ظفر علی خان موضوعاتی ہنگامی شاعری کے امام تھے شورش اس میدان میں ان کے ہم قدم رہے حد یہ کہ ظفر علی خان کو کہنا ہی پڑا

شورش سے مرا رشتہ ہے اور وہ ازلی ہے
میں وقت کا رستم ہوں تو وہ ثانی سہراب

وہ ابتدا میں احسان دانش اور بعد میں ظفر علی خان اور تاجور نجیب آبادی سے بھی اصلاح کلام لیتے رہے۔

احسان نے اپنی سوانح عمری "جہان دانش" میں لکھا ہے کہ شورش پہلے "الفت" تخلص کرتے تھے "شورش" تخلص احسان دانش ہی کی دین تھی۔ زندگی کے آخری لمحے تک وہ اپنا کلام احسان کو دکھلاتے رہے۔ 1944ء میں جیل سے رہائی اور گھر پر نظر بندی کے ایام میں انھوں نے "اسرار بصری" کے قلمی نام سے بھی لکھا۔

شورش کشمیری نظم، نثر کے میدان میں ظفر علی خان کے بعد اردو کے سب سے بڑے قلم کار تھے یہ ان کی خوش بختی تھی کہ زندگی ہی میں ان کا قلمی سرمایہ تقریباً شائع ہو گیا تھا۔ ان کی سوانح عمری صرف ایک کتاب پر مشتمل نہیں بلکہ چار

کتابیں مل کر ان کی خودنوشت سوانح عمری کو مکمل کرتیں ہیں۔

''بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل'' 1972ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں انھوں نے آزادی سے پہلے کے حالات کو تفصیلاً قلم بند کیا ہے۔ ''پس دیوار زنداں'' آزادی سے قبل جیل میں دس سالہ ایام کی داستان ہے۔ عہد ایوبی میں انہوں نے 232 دن جیل میں گزارے "موت سے واپسی" میں اس کا مفصل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ساہیوال جیل میں گزرے تین مہینے سترہ دن کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ''تمغۂ خدمت'' میں کیا ہے۔

شورش نے سوئے حرم کی طرف مبارک سفر کیا تو انتہائی محبت وعشق میں ڈوبے ہوئے الفاظ کے ساتھ انہوں نے ''شب جائے کی من بودم'' میں اس سفر کو تحریر کیا۔ کلام کے تین مجموعے ''گفتنی نا گفتنی'' ''چہ قلندرانہ گفتم'' ''الجہاد الجہاد'' شائع ہو چکے ہیں۔ شورش نے اپنے زمانے کے مشاہیر کے تاثراتی خاکے بھی تحریر کیے جو کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں ''حسین شہید سہروردی'' ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' ''میاں افتخار الدین'' اور ''حمید نظامی'' کی اہمیت علمی اور ادبی حلقوں میں مسلّم رہی ہے۔ انھوں نے علامہ اقبال کے خطبات، مقالات، ارشادات اور خطوط کو ''فیضان اقبال'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ ان کی کتاب ''اس بازار میں'' ایک تحقیقی کتاب ہے، جس میں موصوف نے خود چل پھر کر بازارِ حسن میں موجود نوع انسانی کی زندگی کے خفیہ گوشوں کو مہارت کے ساتھ بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

شورش کو اوائل ایام ہی سے قید و بند کی صعوبتیں اٹھانا پڑیں۔ زندگی کو انھوں نے عملی طور پر گزارا وہ ہر آمر و قاہر سے ٹکراتے رہے، خوف نام کی چیز ان کی زندگی میں نہ تھی ،فرنگی سامراج سے چھٹکارا اور مرزائیت کے خلاف کھلی جنگ ہی ان کی زندگی کا مقصد بن گیا تھا۔ اب ان کی صحت خراب رہنے لگی تھی 22 اکتوبر 1975ء کو تبخیر معدہ کا شدید دورہ پڑا جس پر بغرض علاج میو ہسپتال میں داخل ہو گئے پہلے صحت کچھ بحال ہوئی پھر 24 اکتوبر 1975ء بروز جمعہ شب کو اچانک صحت بگڑ گئی 25 اکتوبر 1975ء ساڑھے بارہ بجے شب علم و عمل کا یہ خورشید حرکت قلب بند ہونے سے اس جہان سے ابدی جہان سدھار گیا۔ جنازہ بروز ہفتہ 25 اکتوبر شام کو اٹھا، میانی صاحب کے تاریخی قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

رئیس امروہی نے قطعۂ تاریخ وفات (1975ء) لکھا ہے:

یاد شورش میں ہے اشکوں کی تراوش اے دل　　اور سینے میں غم ہجر سے سوزش، اے دل
سوزش غم میں کہاں فکر کی کاوش، اے دل　　''حاصل شورش غم'' ہے غم سوزش دل

مدرسہ کیسے بنتا ہے؟

ملفوظات مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمتہ اللہ علیہ جمع وترتیب: مولانا نور الرحمٰن

صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اور اسی سے التجاء:

''ہمیں دو باتوں پر کامل یقین ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے: ایک تو یہ کہ مال و دولت کے تمام خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور دوسرا یہ کہ اولادِ آدم کے قلوب بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر ہم اخلاص کے ساتھ صحیح کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ بندوں کے قلوب خود بخود ہماری طرف متوجہ کر کے اپنے خزانوں سے ہماری مدد کرے گا۔ ہمیں کسی انسان کی خوشامد کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا جو ضرورت ہمیں پیش آتی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے کہتے اور مانگتے ہیں۔ وہ ایسی جگہ سے ہماری ضرورت کو پورا کرتا ہے جہاں ہمارا گمان بھی نہیں ہوتا، پھر ہم کیوں کسی انسان کے سامنے ہاتھ پھیلائیں؟''

''مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہ کلمات بے انتہا پسند ہیں اور اسی پر میرا عمل ہے: ''أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ'' (جس سے سرگوشی کر رہا تھا اسی کو سنا رہا تھا) تو جس کے لیے ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں اسی کو اپنا حال سناتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟ چنانچہ نہ کبھی فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی اور تقسیم اسناد کے نام سے اور نہ بخاری شریف کے ختم کے نام سے کبھی کوئی سالانہ، یا غیر سالانہ جلسہ کیا اور نہ ہی کوئی مدرسہ کی روئیداد چندہ دہندگان کی فہرست شائع کی اور نہ کوئی اشتہار، نہ چندہ کی اپیل شائع کی، نہ کوئی مدرسہ کا سفیر یا محصل مقرر کیا۔''

علماء سے دنیا داروں کے تعلق کی نوعیت:

''دنیا والوں کا علماء سے تعلق کچے دھاگے سے بندھا رہتا ہے، ذرا سی کوئی بات ان کے منشاء کے خلاف ہوئی اور فوراً تعلق ختم ہوا''۔ ''دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے سوا کسی سے کسی خیر کی توقع نہ کریں اور نہ کسی پر اعتماد و توکل کریں، ورنہ سوائے خسران و ناکامی کوئی اور نتیجہ نہ ہوگا۔''

''سیٹھ محمد یوسف مرحوم نے عرض کیا کہ آپ مدرسہ بنایئے اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری کو بھی بلا لیجئے، میں آپ دونوں حضرات کی پانچ سال کے لیے مشاہرہ کی رقم پچاس ہزار روپیہ بنک میں جمع کرا دیتا ہوں اور بے حد اصرار کیا، لیکن میں نے انکار کر دیا، میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے مدرسہ کا آغاز توکل علی اللہ کے بجائے توکل علی الاغیار سے ہو۔''

''اللہ کا کام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ ہے، اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح چلاتا ہے اور اسی طرح چلاتا

رہے گا۔ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نیت خالص کر لیں اور جو شخص بھی اخلاص سے اس مدرسہ کی خدمت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی۔''

علم سے مقصود رضائے الٰہی، اصلاحِ اعمال اور اخلاص ہے:

اخلاص اور اصلاح اعمال اور نماز باجماعت کے اہتمام اور مقصرین کو تنبیہ اور فخر ومباہات اور سمعہ اور ریاء سے نفرت دلاتے ہوئے ابن ماجہ کی حدیث: ''**من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله لایتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامة**'' (جس شخص نے ایسا علم سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے، دنیاوی ساز وسامان کے لیے حاصل کیا، وہ جنت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا) سنا کر فرمایا:

علم بذات خود مقصود نہیں، بلکہ اصل مقصود رضائے الٰہی، نصرت دین اور خدمت اسلام ہے اور علم بغیر عمل کے بے کار غیر مفید ہے، بلکہ بسا اوقات مضر ہوتا ہے، زہر قاتل، وبال جان اور ضیاع آخرت ہے، علماء کے طبقہ میں جو لوگ اس برے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان سے دین کو زیادہ خطرہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ علمائے سوء کی غلط کاریوں سے دین اسلام کو بچائے۔

مدرسہ اور علم دین کا مقصد:

ہم نے یہ مدرسہ اللہ تعالیٰ کے لیے بنایا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ طلبہ، علم دین صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حاصل کریں اور اگر دنیا کا کوئی مقصد ہے، چاہے وہ سند حاصل کرنا ہو یا کوئی منصب ہو یا شہرت وغیرہ کوئی اور مقصد ہو تو خدا کے لیے وہ طالب علم یہاں سے چلا جائے، ہم تکثیر سواد کے خواہش مند نہیں، ہم چاہتے ہیں کہ کام کے آدمی آئیں اگرچہ کم ہوں''۔ مجھے عمارتوں اور موازنوں (یعنی مدرسہ کی عمارت کی لاگت، روزانہ کا خرچ اور سالانہ موازنے کی مدات اور متعلقہ رقوم کی مقدار) سے کوئی دلچسپی نہیں، مجھے تو یہ بتلایئے کہ کام کے کچھ آدمی بھی پیدا ہو سکے؟ اور فرمایا: میں یہ دیکھتا ہوں کہ اچھے اچھے علماء کی نظر بھی اس پر لگی ہوئی ہے، ہم میں رسوخ اور توکل اور استغناء عنقا ہو گیا ہے۔

ہم تو صرف صحیح کام کرنے کے مکلّف ہیں اگر صحیح طریق پر مدرسہ نہ چلا سکیں گے تو بند کر دیں گے ہم کوئی دین کے ٹھیکیدار نہیں ہیں کہ صحیح یا غیر صحیح، جائز یا ناجائز جس طرح بھی ممکن ہو مدرسہ جاری رکھیں، ہم تو غیر صحیح اور ناجائز ذرائع اختیار کرنے کی بنسبت مدرسہ کو بند کر دینا بہتر بلکہ آخرت کی مسؤلیت کے اعتبار سے ضروری سمجھتے ہیں۔

اگر ادارہ کے نام کے بغیر کام چلتا تو قطعاً نام نہ رکھتے، مگر چونکہ یہ ممکن نہ تھا، اس لیے ابتدا میں صرف ''مدرسہ عربیہ'' کا نام رکھا تھا اور فرمایا کہ: اصل چیز کام ہے نام نہیں۔جس کے لیے ہم نے بنایا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور لوگ اگر اس مدرسہ کو پرائمری سمجھتے ہیں تو کیا کوئی حرج ہے؟

دنیا کے لیے علم دین کا حصول شقاوت اور بدبختی ہے:

شقی اور ملعون ہے وہ شخص جو علم دین کو حصول دنیا کے لیے استعمال کرتا ہے، ایسے بدبخت سے سر پر ٹوکری اٹھا کر مزدوری کرنے والا بدرجہا بہتر ہے۔ جو طالب علم اس مدرسہ میں اسلامی شکل و شباہت اختیار کیے بغیر رہنا چاہتا ہے اور جس کے دل میں علم دین کے ذریعہ دنیا کو حاصل کرنے کی تمنا ہے وہ ہمارے مدرسہ میں نہ رہے، ورنہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور مدرسہ کے ساتھ بدترین خیانت ہوگی۔

طلبہ کے معاش کے حوالہ سے ایک اعتراض کا جواب:

ایک مرتبہ چیف منسٹر یٹ محکمہ اوقاف مسعود صاحب مدرسہ تشریف لائے اور کہا کہ: طلبہ کو کوئی ہنر بھی سکھانا چاہیے، جیسا کہ آج کل تجدد پسندوں کی طرف سے اس خیال کا چرچا ہو رہا ہے کہ علماء کو معاشی اعتبار سے باعزت مقام دیا جائے اور طلبہ کو ہنر سکھانا چاہیے، تاکہ فارغ ہونے کے بعد طلبہ بدحالی کا شکار نہ ہوں تو اس پر فرمایا: ہم تو اس حصول معاش کے تصور ہی کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور ہم تو چاہتے ہیں کہ طالب علم صرف اللہ تعالیٰ کے دین کا سپاہی بنے، اس کے سوا زندگی کا کوئی مقصد اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین و اعتماد ہو کہ معاش کے بغیر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرے۔

نامساعد حالات میں بھی دین کی خدمت کا جذبہ:

دین کی خدمت کے متعلق کبھی سوچتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مجھ پر خدمت دین کے سارے دروازے بند ہو جائیں تو میں کیا کروں گا؟ میں ایسا گاؤں تلاش کروں گا جہاں کی مسجد غیر آباد ہو اور لوگ نماز نہ پڑھتے ہوں وہاں جا کر اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کروں گا، پھر خود اذان دوں گا اور لوگوں کو نماز کی دعوت دوں گا، جب وہ مسجد آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد کو تلاش کروں گا اور وہاں بھی ایسا ہی کروں گا۔

میرے اکثر رفقاء نے یہ عہد کیا ہے کہ تاحیات ہر حال میں مدرسہ کی خدمت کریں گے، تنخواہ خواہ ملے یا نہ ملے اور فرمایا: موجودہ دور میں مدارس میں تنخواہ کے اضافہ کے لیے درخواست کا رواج تو ہے، لیکن تنخواہ کے کم کرنے کا رواج نہیں، لیکن الحمدللہ! میرے رفقاء نے ایسی روایت بھی قائم کر دی ہے اور اس ضمن میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی قدس سرہ کا ذکر کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں عمرہ پر تشریف لے جانے لگے تو عرض کیا گیا: یہ مہینہ چندہ کا ہے اور آپ کے موجود ہونے کا اثر پڑتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کا مقولہ سنا کر جو انھوں نے حاکم یمن ابرہہ کے سامنے کہا تھا: ''ان لھذا البیت ربا یحمیہ'' (اس گھر کا ایک مالک ہے جو اس کی حفاظت کرے گا) سنا کر تشریف لے گئے۔

مدرسہ کے اساتذہ شریک کار ہیں، ملازم نہیں:

ہم سب اساتذہ وغیرہ کی مثال مشین کے پرزوں کی ہے، جس میں چھوٹے بڑے پرزے سب ہی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور ہم سب ایک کشتی کے مسافر ہیں اور اس کشتی کو کنارے تک پہنچانا ہم سب کا فرض ہے۔ اساتذہ سے فرمایا: ''ہم سب ایک منزل کے مسافر ہیں اور ایک ہی کشتی میں سوار ہیں، اپنی اپنی طاقت اور اخلاص کے مطابق اس کشتی کو منزل مقصود تک لے کر چلنا ہے، آپ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ غلط فہمی نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارا کوئی افسر ہے اور ہم اس کے ماتحت ہیں، ہمارے مدرسے کی بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر قائم ہے۔''

غبی صالح طالب علم بے دین ذہین طالب علم سے بہتر ہے:

ایک غبی دین دار طالب علم برداشت کیا جاسکتا ہے مگر ذکی بے دین ہرگز برداشت کا حامل نہیں ہے اور کبھی فرماتے: میرے نزدیک غبی صالح افضل ہے ذکی فاسق سے اور میں جب صبح کو نماز کے لیے نکلتا ہوں اور وضو خانے اور مسجد میں طلبہ کو زیادہ تعداد میں دیکھتا ہوں تو خوشی ہوتی ہے، لیکن اگر اس کے برعکس دیکھتا ہوں تو سخت افسوس ہوتا ہے اور ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھتا ہوں اور معذوری کے باوجود جی چاہتا ہے کہ کمروں میں جا کر سستی کرنے والوں کو خوب ماروں۔ جو شخص علم دین عمل کے لیے حاصل نہیں کرتا وہ ایک حیوان سے بدتر ہے ایسا شخص علم کے انوار و برکات سے محروم رہتا ہے۔ علم اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ انسان علم کے ذریعہ اچھے برے صحیح وغلط میں تمیز کر سکے، ہم تم کو پیٹ پالو حیوان بنانا نہیں چاہتے۔

علماء وطلبہ وحفاظ کو خاص کر تہجد کی پابندی اور قرآن کریم کی تاکید کرتا ہوں۔ فرمایا: ''قرآن بڑی نعمت ہے میں صبح کو جب فجر کے لیے مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو میرا دل ان لوگوں کے لیے دعا کرتا ہے جو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں۔''

مدارس میں عصری علوم کے داخل نہ کرنے سے متعلق ایک مبارک خواب:

ایک مرتبہ ڈھاکہ میں علمائے کرام کا ایک اجلاس تھا، جس میں پاکستان کا مشرقی حصہ (موجودہ بنگلہ دیش) اور مغربی حصہ کے اکابر علمائے کرام موجود تھے، عصری علوم کا نصاب مروجہ کے ساتھ جوڑ کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ بعض علمائے کرام نے اس کی حمایت میں رائے دی اور کچھ مخالفت کر رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ علوم عصریہ کو داخل نصاب کرنے میں حرج ہے؟ میں رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ ایک مسجد میں کھڑا ہوں اور سامنے چٹائی بچھی ہے اور اس میں یہ عبارت بنی ہوئی ہے ''**النجاۃ فی علوم المصطفیٰ**'' اور اس خواب میں پھر میں دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر پوری قوت کے ساتھ ان کلمات کے ساتھ اذان دیتا ہوں: ''**النجاۃ فی علوم المصطفیٰ سیدالسادات**'' (سیدالسادات میں نے خود بڑھا دیے ہیں) صبح جاگنے پر دل میں سے یہ خیال نکل گیا اور یقین ہو گیا کہ اس دور میں بھی صرف علوم نبوت سے کامیابی ممکن ہے، عصری علوم کی ضرورت بالکل بے معنی ہے۔

نصاب کے متعلق مزید فرمایا: ''ہم ان قدیم علوم کو مٹانا نہیں چاہتے، بلکہ ان علوم میں صحیح نصاب پیدا کرنے کے لیے بہتر کتابوں کو داخل کرنا چاہتے ہیں، یعنی اس سلسلہ میں تجدید نہیں بلکہ تقادم چاہتے ہیں۔

مدرسہ کی ترقی اور قبولیت کے لیے حرمین کے اسفار:

بار بار حج یا عمرہ کا سفر کرنے سے میرا مقصد حج یا عمرہ کی تعداد بڑھانا اور اس کو اپنے لیے سرمایہ فخر و مباہات سمجھنا ہرگز نہیں ہے، بلکہ میں تو ایک خاص مقصد کے لیے بار بار حرمین شریفین زادہما اللہ رفعتاً جاتا ہوں اور وہ یہ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو یہ باغ لگایا ہے: ''مدرس عربیہ اسلامیہ'' اس کی قبولیت اور کامیابی کے لیے دعائیں کروں، بیت اللہ کے فیوض اور روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور ان کو مزید اخلاص اور اہلیت سے سرفراز فرمائیں، جس طرح ایک کار کا ڈرائیور جب سفر شروع کرتا ہے تو پٹرول کی ٹنکی کو بھر لیتا ہے مگر جہاں ٹنکی خالی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو جلد از جلد کسی پٹرول پمپ سے تیل لیتا ہے اسی طرح میں بھی نہ صرف ہر سال بلکہ سال میں متعدد مرتبہ حرمین شریفین سے تیل لینے جاتا ہوں۔

قرآن کی نعمت اور کثرت تلاوت:

جب میں دیوبند میں طالب علم تھا تو ایک روز میں نے فجر کی نماز ایک چھوٹی سی کچی عمارت کی مسجد میں پڑھی، نماز کے بعد میں نے اپنی چادر اس کے کچے فرش پر بچھادی اور قرآن کریم کی تلاوت شروع کردی، جمعہ کی نماز تک اسی ایک نشست میں ایک ہی ہیئت پر ۲۶ / پارے پڑھ لیے اور چونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مجھے دوسری مسجد میں جانا ناگزیر تھا کہ اس میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے پورا نہ کرسکا ورنہ پورا قرآن کریم ختم کرلیتا۔

ہمارے مدرسے کی بنیاد قرآن کریم کی تعلیم پر ہے اور حفظ کے اساتذہ کو تاکید فرماتے کہ: ''طلبہ کو قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھائیں اور فرمایا: ''اگر کوئی اچھا قاری نماز میں قرآن کریم پڑھتا ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنی معذوری کے باوجود گھنٹوں قرآن کریم کھڑا ہو کر سنتا رہوں۔ تمام علوم وفنون، قرآن کریم وسنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور علوم قرآن اور علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تقویٰ اور اخلاص شرط ہے اس لیے کہ ان علوم کا تعلق اللہ رب العزت کی ذات سے ہے اور ان علوم میں انوار ہی انوار ہیں اور ان میں شغف باعثِ رحمت ونجات ہے۔

ختم نبوت کے لیے شہادت کا جذبہ اور قربانی:

تحریک ختم نبوت کے موقع پر طلبہ سے فرمایا: ''ضرورت پڑی تو پہلے بنوری اپنی گردن کٹوائے گا پھر آپ کی باری آئے گی اگر مفتی محمود زخمی پاؤں کی حالت میں تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں تو لنگڑا بنوری بھی ان سے پیچھے نہ رہے گا، وقت آنے پر آپ دیکھیں گے کہ بنوری کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اساتذہ ہمارے ساتھ ہوں گے اور تم ہمارے پیچھے ہوگے۔''

تحریکات کے لیے سب سے بڑا فتنہ ''ریاکاری اور نام ونمود:

تحریک ختم نبوت کے بارے میں فرمایا: ''آج کل جو کوئی تحریک دین کے لیے چلائی جارہی ہے اس میں سب سے بڑا فتنہ نام ونمود کا فتنہ ہے، یہ فتنہ دینی تحریکوں کو تباہ کرڈالتا ہے، مجھے بار بار یہ ڈر لگتا ہے کہ میں اس فتنہ کا شکار نہ ہوجاؤں اور اس طرح یہ تحریک ڈوب نہ جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن سوء خاتمہ کا سبب ہے:

جب مودودی صاحب نے خلافت وملوکیت لکھی تو حضرت بنوری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس فتنہ انگیز تالیف کے مولف کے حق میں مجھے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان مظلوم رضی اللہ عنہ پر اعتراض ناقابل عفو جرم ہے۔''

خدانا شناس تہذیبوں اور قوموں کی قیادت تمام برائیوں اور فتنوں کی جڑ ہے:

بدقسمتی سے عالم کی زمامِ قیادت کافی عرصہ سے خدانا شناس تہذیبوں اور بددین قوموں کے ہاتھ میں ہے، جن کے یہاں الا ماشاء اللہ! دین و دیانت نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں اور شرم وحیا، عفت وعصمت اور غیرت وحمیت کے الفاظ ان کی لغت سے خارج ہیں، ان کے نزدیک مکروفن اور دغا وفریب کا نام سیاست ہے، انسانیت کشی کے وسائل واسباب کا نام ترقی ہے، فواحش ومنکرات کا نام آرٹ ہے، مرد وزن کے غیر فطری اختلاط کا نام روشن خیالی اور خوش اخلاق ہے، پردہ دری اور عریان کا نام ثقافت ہے اور پسماندہ ممالک ان کی تقلید اور اندھی تقلید اور نقالی کو فخر سمجھتے ہیں، اس لیے آج سارے عالم میں فتنوں کا دور دورہ ہے۔

مسلمانوں کی مغلوبیت کے دو اسباب:

آج مسلمانوں کے قبلہ اول اور ارض الانبیاء پر یہود قوم کا تسلط ہے، جن کو انبیاء علیہ السلام کی زبان پر ملعون قرار دیا گیا ہے، پھر ان کا مسجد اقصیٰ کو جلانا، مسلمانوں کے اموال لوٹنا، ان کا بے گناہ خون بہانا اور ان پر وحشیانہ ظلم وغیرہ، یہ اس قوم کی تاریخی جرائم پیشہ طبیعت کی ایک مثال ہے، لیکن یہ سب کچھ جو ہوا اس کے بنیادی اسباب دو ہیں، ایک دشمنانِ اسلام پر اعتماد اور بھروسہ، جو بظاہر تعاون کا دعویٰ کرتے ہیں اور اندر سے مسلمانوں اور اسلام کی جڑیں کاٹنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، دوسرا آرام وراحت کا عادی ہونا، مغربی تہذیب پر فدا ہونا اور دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔

تعلیم وتربیت نسواں......ایک خط

راشد الخیری

ماں کا خط

بیٹی! ہرمزی بیگم کو ماں کی طرف سے بہت سی دعائیں

تمہارا خط آئے پانچواں دن ہے۔ روز ارادہ کرتی تھی کہ جواب لکھوں مگر گھر کے دھندوں سے چھٹکارا ہی نہیں ہوتا۔ ادھر ماماؤں کی جھک جھک پٹ پٹ ادھر بچوں کی چیخم دھاڑ اور سب سے زیادہ تمہارے ابا جان کی علالت غرض دن اسی جھگڑے میں ختم اور صبح اسی چکر میں شام ہوجاتی ہے۔ آج نماز پڑھتے ہی صبح صبح خط لکھنے بیٹھ گئی۔ خدا کرے پورا ہو جائے۔ کیا کروں سیدھی آنکھ کی عجیب کیفیت ہے۔ ایک سطر لکھوں یا ٹانکا بھروں ڈھل ڈھل پانی بہنے لگتا ہے۔ ممیرے کا سرمہ، نیم کا کاجل، لاہور کا شب چراغ، دہلی کا تریاق بصر، المختصر سب کچھ لگا چکی۔ فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ ہی ہاتھ پاؤں تھے یہ ہی آنکھیں یہ ہی دن تھے اور یہ ہی راتیں چھ چھ سات سات گھنٹے میں مردانی قمیصیں اٹھائی ہیں آج گز بھر کی ترپائی کو دوسروں کی محتاج ہوں! حیرت اور اچنبھا نہیں زندگی کے آسمان پر اعضاء انسانی چاند کی طرح بڑھ اور گھٹ کر دیکھنے اور سمجھنے والوں کو بہت کچھ سمجھا اور بتا رہیں۔ جس گھر میں کل چودھویں رات کا چاند چمک دمک کر در و دیوار کو منور کر رہا تھا آج وہی گھر ہے اور وہی چاند مگر قمر ہلال ہوگیا۔ اور جس انگنائی میں چادر مہتاب بچھی ہوئی تھی وہاں اندھیرا گھپ پڑا ہوا ہے۔ وہ بھی ایک وقت تھا کہ یہ جسم اور ہاتھ پاؤں سخت سے سخت محنت پر بھی تھکنے کا نام نہ لیتے تھے اور یہ بھی ایک دن ہے کہ دو قدم چلنے سے سانس پھول جاتا ہے۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ طاقت میں نقاہت اور صحت میں علالت یاد رہی۔ جوانی کی راحت میں بڑھاپے کی زحمت پیش نظر اور شب ماہ میں شب سیاہ آنکھ کے سامنے تھی۔ یہ آنکھیں جواب ناکارہ ہیں کام کے وقت اپنے سوا دوسروں کے بھی کام آئیں اور یہ قوت جو چند روزہ مہمان تھی میرے ہی واسطے نہیں ان کمزوروں کے لیے بھی تھی جو ہر قوت سے محروم ہو چکے تھے۔

مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم نے اس تین سال میں اپنے شوہر کے پاس رہ کر اپنی محنت اور ان کی عنایت سے لکھنے پڑھنے کی کمی پوری کرلی اور خدا نے تم کو اس قابل کردیا کہ زنانہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تمہاری تقریر سب نے پسند کی۔

بیوی ہم تو تعریف سن کر خوش ہونے والے ہیں۔ تم ہم سے ہزاروں کوس دور رہو اور برسوں صورت نہ دکھاؤ مگر دعا گو ہیں۔ اللہ تم کو اپنے گھر میں خوش اور بامراد رکھے۔ یہ ہی ہماری آرزو اور دعا ہے۔ اب ماشاء اللہ خود صاحب اولاد ہو خدا تمہاری مامتا ٹھنڈی رکھے اب اس کی قدر ہوجائے گی۔

تم نے لکھا اور میں نے پڑھا۔ تم نے کہا اور میں نے سمجھا کہ تمہارے میاں کہتے ہیں ہم نے تمہاری تعلیم میں کسر رکھی اور جو کام ہمارے کرنے کا تھا وہ انھوں نے کیا۔ میری طرف سے ان کو بہت دعا کے بعد کہہ دینا کہ کنواری بچیاں ماں باپ کے پاس شوہروں کی امانت ہیں اور وہ ذمہ دار ہیں کہ لڑکی وداع کرتے وقت عصمت کے بیش بہا زیور سے پوری طرح آراستہ ہو۔ ان کا فرض اولین ہے کہ اس جوہر کی حفاظت میں وہ اپنی اور اس کی ہر قربانی کو جائز سمجھیں۔ جس ملک میں اور جس قوم میں آج کل کے سے مسلمان آباد ہوں وہاں ماں باپ کو پھونک پھونک کر قدم دھرنا ہے۔ تعلیم کیا اگر خدائی ہو تو عصمت کے مقابلہ میں ہیچ، جہاں احتمال کا گزر بھی ممکن ہے وہاں ماں باپ بچی کو بھیجنے سے مجبور ہیں۔ احتمال نہ بھی ہو تو احتیاط کا تقاضہ بھی کچھ وقعت رکھتا ہے۔ میرا فرض تھا کہ میں ایک لمحہ کے واسطے بالخصوص جب تم سیانی ہوگئیں اپنی آنکھ سے اوجھل نہ کروں۔ الحمدللہ کہ میں اس فرض کی ادائیگی پر خوش ہوں۔ مجھ کو جتنا آتا تھا میں نے تم کو پڑھایا، جہاں تک ہمارے امکان میں تھا استانیاں تلاش کیں، البتہ ہم نگاہ سے علیحدہ کرنے میں مجبور رہے۔ حاشا وکلّا میرا منشا ان بھولی بھالی بچیوں پر اعتراض کرنا نہیں جو اپنے عزیز وطن اور شفیق والدین سے کوسوں دور تعلیم پا رہی ہیں۔ لیکن میں اپنی عادت سے مجبور اور طبیعت سے لاچار ہوں۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ اس مجبوری میں تمہاری محبت نہیں صرف عصمت کی وہ وقعت تھی جس کے بعد نہ ماں باپ کو زندہ رہنے کا حق ہے نہ لڑکی کو۔ مجھے ڈر ہے کہیں اس تحریر سے تم غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جاؤ میں تعلیم نسواں کو تم سے زیادہ ضروری سمجھتی ہوں میری رائے ہے میرا عقیدہ ہے میرا ایمان ہے کہ بغیر اس کے قومی ترقی مشکل محال ناممکن مگر عصمت اس سے زیادہ بہت زیادہ بدرجہا زیادہ ضرورت ہے کہ ہر مرد اور ہر عورت اس ضرورت کو محسوس کرے اور اس کوشش پر کمر بستہ ہو کہ ہر شہر میں ہر تحصیل میں ہر گاؤں میں ایسے مدارس اور ایسے مکتب کھولے جائیں جہاں لڑکیوں کی تعلیم ماں باپ کی آنکھ کے سامنے ہو اور اگرچہ یہ مشکل ہے، دقت ہوگی تاخیر ہوگی تو موجودہ مدارس کی باگ ان بیویوں کے ہاتھ میں ہو جو صرف تعلیم یافتہ ہی نہیں نماز روزہ کی بھی پابند ہیں۔ ان کی زبان نہیں طرزِ عمل ماں باپوں کو یہ یقین دلا دے کہ ہم تم سے زیادہ بچیوں کی عصمت کی محافظ ہیں اور کسی ناجائز خبر نہیں افواہ کی شہرت سے قبل ذمہ دار بیوی کی خبر موت یقینی ہے۔

میں پھر ڈرتی ہوں کہیں الٹی بات نہ ہو جائے خدا شاہد ہے مجھے موجودہ مدارس کی شکایت نہیں۔ دراصل علم ہی نہیں شکایت کیا کروں گی لیکن ایک خیال ظاہر کرتی ہوں کہ مدرسوں کی حالت ایسی ہو اور مدرسہ والیوں کی کیفیت ایسی۔

مجھے یہ پڑھ کر واقعی افسوس ہوا کہ جس دودھ سے تم پلیں جس گھر میں تم رہیں جس طریقہ سے تم بڑھیں اور جس ڈھنگ سے تم اٹھیں وہ سب تمہاری رائے میں قابل ترمیم ہیں پردہ کی رسم ختم ہو۔ آزادی کے قدم آگے بڑھیں پرانے طریقے مٹا دیئے جائیں، نئی رسمیں جاری ہوں۔ خدا کی شان ہے ایک تین ہی سال میں تمہارے خیالات اتنا پلٹا کھا گئے اور یورپ کا جن ایسا سر پر سوار ہوا کہ رگ رگ سے وہی صدا نکل رہی ہے۔

تم تو ماشاءاللہ تعلیم یافتہ ہو، میں بچاری جاہل، مگر تم کو کچھ دنیا کی خبر بھی ہے اس ترقی اور آزادی نے دنیا میں کیا

تہلکہ مچا دیا۔ آج لندن کی عدالت میں طلاق کے دو ہزار دعوے دائر ہیں۔ یہ صرف ایک عدالت کا حال ہے چھوٹی چھوٹی کچہریاں اور فیصلے جو آئے دن یہ جھگڑے چکاتے رہتے ہیں الگ رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود عیسائی چیخ اٹھے ہیں کہ ہمارے گرجا ان خطرات کے انسداد سے قاصر ہیں اور ہمارا عیسائی قانون اچھی خاصی بھلی چنگی پاک وصاف عورت کو آوارگی کی طرف دھکیلتا ہے۔

میں جن مقدمات کا ذکر کر رہی ہوان میں سب سے زیادہ ہولناک واقعات وہ ہیں کہ فوجی افسر لڑائی کے بعد گھر لوٹے تو معلوم ہوا کہ بیوی ایک دوسرے گھر کی گھر والی ہیں۔ میرا تمہارا رشتہ ایسا ہے کہ جو کہنا چاہتی ہوں وہ نہیں کہہ سکتی۔ مگر میں تم کو ہور پشو بٹوئی ایم پی کے اس مضمون کی طرف متوجہ کرتی ہوں جو اسی مہینہ میں شائع ہوا ہے۔ جس میں اس شیدائے وطن کی فریاد نے پڑھنے والوں کے کلیجے دہلا دیئے ہیں۔ اس نے اپنے قانون کی کمزوری اور عیوب کا دکھڑا یہاں تک رویا کہ صاف صاف کہہ دیا کہ

''پارلیمنٹ کے ایک معزز ممبر کو محض قانون کی خرابی کے باعث ایک شادی سے بچنے کے لیے عدالت کو دھوکا دینا پڑا۔ باوجود یہ کہ وہ نہایت نیک آدمی تھا۔ مگر اس شادی سے جو بلا کی طرح اس کے پیچھے چمٹ رہی تھی محفوظ رہنے کے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اس نے بد چلن ہونے کا اقرار کر اپنا پنڈ چھڑایا۔

خدا اپنی قدرت دکھاتا ہے کہ مذہب کے دین فطرت ہونے کا غیر اقرار کر رہے ہیں اور اپنے اس سے ہزاروں کوس دور بھاگیں۔ اس مضمون میں جس کا ذکر کر رہی ہوں۔ قانون اور مذہب رسم اور رواج نے جو آفتیں بپا کی ہیں اس کا علاج بالآخر یہی سمجھ میں آیا ہے کہ مقدس اسلام کے زریں احکام کے سامنے سر جھکا دیا۔

درود اور سلام طیبہ میں آرام کرنے والی اس مقدس ہستی پر جس کی نبوت کا اقرار آج چودہ صدی بعد دنیا اس طرح کر رہی ہے!

جب چمن میں کوئی پھول مرجھاتا ہے تو کلیاں آپس میں کہتی ہیں جو دن اس پر گزر گیا وہ ہمارے واسطے آنے والا ہے۔ بیٹی جو وقت مجھے پر گذر رہا ہے وہ تمہارے واسطے آئے گا۔ تمہاری طرح جوانی کی بہار اور دنیا کا لطف میں بھی دیکھ چکی اور میری طرح اعضا کا انحطاط اور بڑھاپے کی آفت تم کو دیکھنی ہے ضرورت ہے کہ جس طرح میرا سینہ کلمۂ توحید سے جگمگا رہا ہے اور میں اس امانت کو لے کر خدا کے حضور میں حاضر ہوں گی۔ اس طرح تم بھی جب تک زندہ رہو مسلمان اور جب خاتمہ ہوا اسلام پر۔

عارضی مجلسوں کی تیاریاں خالی محفلوں کے اہتمام بہت کچھ کیے اور کیے جاؤ۔ مگر تھوڑی سی تیاری اس دربار اور سرکار کی بھی جہاں حاضر ہونا یقینی اور منہ دکھانا ضروری۔ ہر مزی بیگم بڑا نازک وقت ہوگا دعا کرو خدا انجام بخیر کرے۔

مارچ ۲۰ء   تمہاری ماں

عشق کے قیدی (قسط:۱۵)

ظفر جی

ٹرانسفارمر

آئی جی نے مرزا نعیم الدین کو ساتھ بٹھایا اور چیف منسٹر ہاؤس کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں جا بجا انہوں نے جلاؤ گھیراؤ کے مناظر دیکھے۔ میکلوڈ روڈ پر ایک پولیس وین دیکھ کر آئی جی نے گاڑی روکی:

"یار محمد! کیا خبر ہے؟"

"سبّے خیراں نیں سر جی۔ سب ٹھیک ٹھاک اے!" ایک موٹے سے انسپکٹر نے وین کے اندر سے سر باہر نکالا۔

"شہر کے حالات کیسے ہیں؟ "

"ڈاکخانے نوں اگ لگی اے۔ باقی سب ٹھیک ٹھاک اے۔ مغل پورے وِچ اِک احمدی محمد شفیع برما والے نوں قتل کر دِتا گیا اے تے باقی سب ٹھیک ٹھاک اے۔ بھاٹی دروازے دے اندر چُھرّے مار کر ایک احمدی اسٹوڈنٹ نوں مار دتا گیا۔ باقی سب ٹھیک ٹھاک اے تے مرزا کریم بیگ نوں میرا خیال آیا کہ فلیمنگ روڈ تے چھرے مار کے نئیں بلکہ اگ وِچ ساڑ دِتا۔ مجمع نے، نئیں، بلکہ مار کے فیر ساڑیا، باقی سب..... "

"اچھا اچھا ٹھیک ہے، حالات پہ نظر رکھو۔ اگر جان کا خطرہ نظر آئے تو کھسک لو یہاں سے" آئی جی نے یہ کہہ کر گاڑی بڑھا دی۔

وہ دونوں چیف منسٹر ہاؤس پہنچے تو وہاں اُلّو بول رہے تھے۔

"سی ایم صاحب کہاں ہیں" آئی جی نے سنتری سے پوچھا۔

" گورنر ہاؤس چلے گئے صاحب۔" سنتری نے سلام کرتے ہوئے مژدہ سنایا۔

آئی جی نے گاڑی ریورس کی اور گورنر ہاؤس جانے والی سڑک پر چڑھا دی۔ شہر بھر کی دکانیں بند تھیں۔ مظاہرین کی چھوٹی موٹی ٹولیاں ادھر ادھر شرارت کی نیّت سے گھوم رہی تھیں۔ راستے میں انہوں نے ایک ہجوم کو دیکھا جو ٹیلی فون کا ایک کھمبا اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"انہیں دیکھو، کھمبے پہ غصہ اُتار رہے ہیں۔" آئی جی نے کہا۔

"لاہور کا رابطہ پورے ملک سے کاٹا جا رہا ہے سر.... یقین کریں حکومت بری طرح پھنس چکی ہے۔" مرزا نعیم نے شیشے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

گورنر ہاؤس مچھلی بازار بنا ہوا تھا۔ شہر کی پل پل بگڑتی صورتِ حال پر ہر کوئی اپنا اپنا تبصرہ فرما رہا تھا۔ لاہور کے تمام کونسلرز اور کابینہ کے ارکان کے بھی موجود تھے۔ گورنر پنجاب آئی آئی چندریگر، وزیر اعلیٰ دولتانہ، دوسرے وزراء اور اعلیٰ حکام بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ اس دوران چیف سیکرٹری اور ہوم سیکرٹری گورنر ہاؤس پہنچے۔

" کیا خبر ہے؟" گورنر نے پوچھا۔

دونوں خاموش کھڑے ہوگئے۔

" کچھ بتاؤ بھی؟ کک.... کیا حالات ہیں سیکرٹریٹ کے؟" وزیر اعلیٰ کی پریشانی قابل دید تھی۔

"سر... بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر آئے ہیں۔ ملازمین کل کے قتلِ عام کی وجہ سے بہت برہم ہیں۔ صرف سیکرٹریٹ ہی نہیں، ٹیلی فون آفس، ٹیلی گراف آفس، محکمہ گیس، محکمہ ڈاک، محکمہ ریلوے سب تحریک میں شامل ہو چکے ہیں۔ ریل کی پٹڑی اکھاڑ دی گئی ہے۔ پچاس ہزار لوگ پولیس ہیڈ کوارٹر کا گھیراؤ کر کے بیٹھے ہیں۔ ہزاروں لوگ لاہور میں داخل ہو رہے ہیں۔.... بیرونِ باغ بھی تقریباً پچاس ہزار کا مجمع کھڑا مطالبہ کر رہا ہے کہ گرفتار کر و یا گولی مار دو...."

"حل بتاؤ حل.... کہانیاں مت سناؤ!!!" وزیر اعلیٰ نے کہا۔

"آپ کے پاس صرف دو راستے ہیں۔" مودودی صاحب جو کافی دیر سے خاموش بیٹھے تھے اچانک بول پڑے۔

" کہئے مولانا؟"

"وزیر اعظم عوامی مطالبات پر گفت وشنید کا اعلان کریں۔ اسی میں فائدہ ہے اور دوسرا راستہ تحریک کو طاقت سے کچل دینے کا ہے۔ اس میں ہمیشہ کا خسارا ہے۔ آپ پہلا راستہ اختیار کریں اور مذاکرات کا اعلان کریں!"

"سر میرے ذھن میں بھی ایک آئیڈیا ہے۔" چیف سیکرٹری نے کہا۔

"جی فرمایئے؟"

"مجلسِ احرار اور جماعتِ اسلامی دونوں کو فوری طور پر کالعدم قرار دیا جائے۔ شہر بھر سے اچھے اچھے مولوی اکٹھے کیے جائیں جو باہر نکلیں اور لوگوں کو سمجھائیں کہ ختم نبوت کے نام پر تشدّد فوری بند کیا جائے اور آخری تجویز یہ ہے کہ شہر کو مکمل طور پر فوج کے حوالے کر دیا جائے۔"

اس دوران آئی جی اور ایس ایس پی مرزا نعیم بھی گورنر ہاؤس پہنچ گئے۔

" کیا خبر ہے آئی جی صاحب؟" گورنر اور چیف منسٹر یک بار بول اُٹھے۔

"سر پولیس ہیڈ کوارٹر بلوائیوں کے گھیرے میں ہے۔ پولیس مکمل طور پر دل ہار چکی ہے۔"

"وٹ! نان سینس؟" گورنر نے کہا۔

"سر! ایس ایس پی مرزا نعیم الدین آپ کو سارا احوال سنائیں گے۔" آئی جی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ہاؤس میں یکا یک خاموشی چھا گئی۔ سب لوگ ٹکر ٹکر مرزا نعیم الدین کی طرف دیکھنے لگے۔

"پولیس اب مزید قتل عام نہیں کر سکتی سر!" مرزا نعیم الدین نے آغازِ کلام کیا۔ "بہت خون بہہ چکا۔ بہت لوگ مار دیے ہم نے۔ اس تحریک کو گولیوں اور سنگینوں سے ٹھنڈا نہیں کیا جا سکتا۔ آپ چاہے ہزاروں مار دیں۔ لاکھوں اور کھڑے ہو جائیں گے۔ آپ کو عوام کے بنیادی مطالبات ماننے ہی ہوں گے اور اگر آپ نے ظلم و درندگی مزید جاری رکھنا ہے تو کم از کم میرا استعفیٰ قبول کیجئے!"

مرزا نعیم الدین کے بیان سے گورنر ہاؤس میں مایوسی چھا گئی۔ تمام درباری ٹوڈی بغلیں جھانکنے لگے۔ اسی دوران باہر ایک دھماکہ ہوا اور گورنر ہاؤس کی بجلی چلی گئی۔

"دیکھو...ذرا، کیا ہوا ہے؟" وزیر اعلیٰ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ اتنے میں ایک سپاہی اندر آیا اور پھولی سانسوں میں بتایا کہ گورنر ہاؤس کا ٹرانسفارمر اُڑا دیا گیا ہے۔

"اوہ، مائی گاڈ، او مائی گاڈ۔ جلدی کرو فون ملاؤ۔ وزیر اعظم کو فون ملاؤ کراچی۔ ابھی اور اسی وقت۔"

چیف سیکرٹری بھاگا بھاگا فون اٹھالایا اور جلدی جلدی کراچی کا نمبر ملانے لگا۔

"فون تو ڈیڈ ہے سر!"

"ملٹری ٹرنک کال ملاؤ۔ جلدی، ارجنٹ۔" گورنر کا گلا خشک ہونے لگا۔

"سر کوئی فائدہ نہیں۔" آئی جی نے کہا۔ "ٹیلیفون کے تار کٹ چکے۔ اب جو کچھ کرنا ہے۔ آپ نے کرنا ہے۔"

" اوہ مائی گاڈ! پھر جلدی کرو.... مودودی صاحب.... آپ ایک بیان کا مسودہ تیار کریں.... وزیر اعلیٰ پنجاب اپنی اور اپنی وزارت کی طرف سے اعلان کرتے ہیں کہ ان کی حکومت تحفظ ختم نبوت کے لیڈران سے فوری مذاکرات کرنے کے لئے تیار ہے۔ سر ظفر اللہ خان کو وزارتِ خارجہ سے فوری طور پر ہٹانے کے لئے ہم وزیر اعظم کو اَرجنٹ سمری بھجوا رہے ہیں۔ اب فوج اور پولیس فائرنگ نہیں کرے گی۔ بالکل فائرنگ نہیں کرے گی۔ جلدی سے ایک وفد بھیجو۔ مسجد وزیر خان میں.... جلدی...ابھی!"

"لیکن مسجد میں جائے گا کون؟" آئی جی نے کہا۔

"مسجد میں وفد بھیجنا خطرناک ہے سر! خدانخواستہ..." چیف سیکرٹری نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"ایک شخص ہے....خلیفہ شجاع الدین" مودودی صاحب نے کہا۔ "اُس کی سربراہی میں پارلیمان کا ایک وفد بھیجو۔ شاید

امن کی کوئی صورت نکل آئے"

" ٹھیک ہے... ٹھیک ہے... ریڈیو سے بھی اعلان کراؤ، اور ہوائی جہاز سے اشتہارات بھی گراؤ اور خلیفہ شجاع الدین کے پاس بھی یہ مسودہ بھجواؤ... ابھی فوراً! "

اس کے بعد ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور وزیر اعلیٰ ہر دس منٹ بعد پوچھتے رہے...

"معراج کو مسودہ بھجوا دیا؟"

"اشتہارات گرائے؟"

"مذاکراتی وفد تیار ہوا؟"

قوم کی زندگیوں میں اندھیرے جھونکنے والے حکمرانوں کا جب اپنا ٹرانسفارمر اُڑا، تو اَب اُن جیسا نیک آدمی کوئی نہ تھا۔

مارشل لا

6 مارچ 1953 جمعۃ المبارک

نمازِ جمعہ کے بعد حکومت کا مذاکراتی وفد مسجد وزیر خان پہنچا۔ وفد کی قیادت سپیکر پنجاب اسمبلی خلیفہ شجاع الدین کر رہے تھے۔ وفد میں مسلم لیگ کے شیخ سردار محمد، احمد سعید کرمانی اور بیگم سلمیٰ تصدق حسین شامل تھے۔ یہ حضرات مسجد میں داخل ہوئے تو کارکنان کی آنکھوں میں نفرت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے جذباتی کارکن ان پر فقرے چست کرنے لگے:

"ماشاءاللہ.. سبحان اللہ.. وفد آیا ہے!"

"اب آپ کی آنکھ کھلی ہے؟"

"ہزاروں لوگ قتل کر کے اب مذاکرات کرنے آ گئے ہو؟ "

"پہلے تماشا دیکھتے رہے۔ اب ہماری جدوجہد پر پانی پھیرنے آئے ہو؟"

رضا کاروں نے جوشیلے نوجوانوں کو سمجھا بجھا کر خاموش کرایا اور اراکینِ وفد کو باحفاظت مسجد کے اندر لے گئے۔ مسجد کے حُجرے میں مولانا عبدالستار نیازی، مولانا بہاء الحق قاسمی اور سیّد خلیل احمد قادری موجود تھے۔ انہوں نے وفد کا استقبال کیا اور مذاکرات شروع ہو گئے۔

" حکومت پنجاب مذاکرات کے تیار ہے۔ صوبائی حکومت سر ظفر اللہ خان کی فوری برخواستگی سمیت آپ کے تمام مطالبات مرکزی حکومت کو بھجوا رہی ہے۔ آپ تحریک ختم کرنے کا اعلان کر دیں۔ تا کہ شہر میں امن قائم ہو سکے۔" وفد نے کہا۔

" جب تک کراچی میں قید مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کو آزاد نہیں کیا جاتا، ہم حکومت کی نیت پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ مذاکرات کے پہلے بھی کئی بے سُود دور ہو چکے۔" مولانا نیازی نے دوٹوک جواب دیا۔

"دیکھئے حکومت کوشش کر رہی ہے، لیکن، تھوڑا وقت لگے گا۔"

"کتنا وقت لگے گا؟ ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال؟"

"دیکھئے بہت خون بہہ چکا۔ اب امن قائم کرنے میں حکومت کی مدد کیجئے۔"

"آپ ہمیں نصیحت فرمانے کی بجائے مسلم لیگ کو تھوڑی شرم دلائیے۔ کیا رعایا کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟ گولیوں کی اندھا دھند موسلا دھار بارش؟ کیا ہمارا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ نہیں ہے؟"

"بے شک آپ کے مطالبات جائز ہیں اور حکومت اب گفت وشنید چاہتی ہے۔"

"گفت وشنید ہم سے نہیں قیادت سے کیجئے!"

"لیکن اس وقت تو قیادت آپ ہی کے ہاتھوں میں ہے!"

"ہم مذاکرات کا اختیار نہیں رکھتے۔ آپ پہلے مجلس عمل کی قیادت کو آزاد کرائیے۔ پھر مذاکرات کیجئے!"

اس گفتگو کے بعد کچھ مایوسی چھا گئی۔ مولانا بہاء الحق قاسمی نے بیگم سلمیٰ تصدّق حسین سے کہا۔

"بیگم صاحبہ! یہ مسلم لیگ کا جلسہ تو نہیں کہ آپ کھلے بندوں بے پردہ تشریف لے آئیں۔ خانۂ خدا ہے۔ اگر یہاں قدم رنجہ فرمانا ہی تھا تو پردے کا خیال بھی کر لیا ہوتا۔ باہر لوگ اس بے پردگی پر سخت معترض ہیں۔"

بیگم صاحبہ نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔

"عبدالکریم! جاؤ کسی مقامی رضا کار کو بولو کہ برقعہ لے کر آئے!"

باہر صحن میں بیٹھے کارکنوں میں وفد کی وجہ سے اشتعال پھیل رہا تھا۔ مذاکرات ناکام ہو چکے تھے۔ کچھ دیر بعد ایک کارکن ٹوپی والا برقعہ لے کر حاضر ہوا جو بیگم صاحبہ کو اوڑھا دیا گیا۔ اس کے بعد مذاکراتی وفد کو مسجد کے بغلی دروازے سے واپس پیک کر دیا گیا۔

اسی اثناء میں تقریباً تین بجے ایک چھوٹا سا زرعی جہاز "بھوں بھوں" کرتا مسجد کے اوپر چکر لگانے لگا۔ اس نے فضاء سے پمفلٹ گرائے جن میں سے کچھ مسجد کے اندر گرے کچھ باہر:

"وزیر اعلیٰ پنجاب یہ اعلان کرتے ہیں کہ ان کی حکومت مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے لیڈران سے فوری گفتگو کے لئے تیار ہے۔ وہ عوام کو اطمینان دلاتے ہیں کہ فوج اور پولیس اب فائرنگ نہیں کرے گی۔ صوبائی حکومت کا ایک وزیر فوری طور پر قوم کے یہ متفقہ مطالبات لے کر بذریعہ طیارہ آج ہی دارالحکومت روانہ ہو رہا ہے۔ ہماری پُر زور سفارش ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان کو اُن کی وزارت سے فوری طور پر برطرف کیا جائے۔"

لاؤڈ اسپیکر والی گاڑیاں شہر بھر میں یہ اعلان کرتی پھرتی تھیں۔ ریڈیو سے بھی یہی اعلان نشر ہو رہا تھا۔ ہر طرف

ایک خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ ملک بھر میں مسلم لیگ کی سٹی کونسلز نے اس حکومتی اقدام کے حق میں فوری قرار دادیں منظور کرنا شروع کر دیں۔ مردہ چہرے تمتما اُٹھے۔ عوام نے خوشی سے ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔ تحریکِ ختم نبوت 1953ء آگ اور خون کا دریا عبور کر کے بالآخر اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہونے والی تھی۔ مسجد وزیر خان سے بھی یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو کارکنان واپس جانا چاہتے ہیں، جا سکتے ہیں، مگر ٹھیک شام پانچ بجے فوجی گاڑیاں اندرون شہر داخل ہونے لگیں۔ ہر طرف مارشل لاء مارشل لاء کا شور مچ گیا!

"مارشل لاء آ گیا۔ مارشل لاء آ گیا!" لوگ مختلف سرگوشیاں کرتے ہوئے چھولداریوں سے باہر جھانکنے لگے۔ گاڑیاں وزیر خان چوک میں آ کر ٹھہر گئیں۔ ایک جیپ سے بغل میں اسٹِک لئے، پاکستان برّی فوج کے پہلے مسلمان کمانڈر اِنچیف باہر نکلے۔

"جنرل اعظم! سیز دِی موسک اینڈ ٹرائی ٹُو اَریسٹ دیم لائیو!"

"یس سر!"

"ٹیک کیئر، نو بلڈ شڈ۔ مے وی ہیوٹُو رُول دِس پُوزیشن اِن فیُوچر!"

"یس سر!" جنرل اعظم نے چیف کو سلیوٹ کیا۔

ہدایات دے کر کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان واپس اپنی گاڑی میں جا بیٹھے اور جیپ بڑھا دی۔

"کارڈن آف دی ایریا۔ ہری اپ۔ سیز دی موسک۔ امی جیٹ!" جنرل صاحب سپاہ کو ہدایات دینے لگے۔

نئی اسلامی جمہوری ریاست کے سادہ دِل عوام کھڑکیوں سے جھانک جھانک کر اس نخلستان کا نظارہ کر رہے تھے جو جمہوریت کے تپتے ریگزاروں میں پہلی بار نظر آیا تھا۔ حالات کی سرکش موجوں میں ابھرنے والے اس جزیرے کو لوگ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ جس کا نام "مارشل لاء" تھا۔

"فوج آ گئی... ہُن سب سُو وت ہو جاؤ" ایک بُڈّھے نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"آ ہو... سیاستاناں نوں کوڑے لگن گے... ظالماں دا حساب ہووے گا!" ایک مائی نے خیال ظاہر کیا۔

سادہ دل عوام نہیں جانتے تھے کہ جمہوریت ہو یا مارشل لاء کوڑا ہمیشہ عوام کی ہی پیٹھ پر لگتا ہے۔ حساب ہمیشہ قوم ہی دیتی آئی ہے، ظالموں کا حساب لینے والا نہ تو آج تک کوئی پیدا ہوا ہے، نہ ہی آئندہ ہوگا۔ مسجد وزیر خان میں مولانا عبدالستار نیازی کا خطاب جاری تھا:

"ناعاقبت اندیش حکمرانو! اپنے گلے میں فوجی بوٹوں کے ہار پہننے والو۔ بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ اپنی ہی عوام کو روندنے چلے ہو؟ ارے فوج کا کام سرحدوں کا دفاع ہوتا ہے۔ اپنے ملک کو فتح کرنا نہیں۔ کون سا فساد برپا ہوا ہے لاہور میں جو تم

نے فوج بُلا لی؟ نصف صدی ہوگئی تحریکِ ختم نبوت کو، آج تک کسی مرزائی کی نکسیر بھی پھوٹی؟ دہلی دروازہ میں کتنے جلسے کئے ہم نے... کسی نے مرزائیوں کے محلّے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا؟؟ ارے ہماری جنگ نظریے کے خلاف ہے ...جسموں کے خلاف نہیں!"

نعرۂ تکبیر....اللہ اکبر!

تاج وتختِ ختمِ نبوت...زندہ باد!

مسجد وزیر خان کے گرد خاردار تار بچھائی جارہی تھی۔ قریبی عمارتوں کی چھتوں پر مورچے بنا کر مشین گنیں نصب کی جارہی تھیں۔ ریڈیو سے دھمکی آمیز اعلانات نشر ہورہے تھے اور شہر بھر میں آگ لگانے والے نامعلوم افراد ایک دم غائب ہو چکے تھے!

پس پردہ کارفرما قوتوں نے اپنا گھناؤنا کھیل کھیلا اور تحریک ختم نبوت کے کارکنوں کو خاک وخون میں نہلا دینے کے طے شدہ منصوبہ کو بروئے کار لانے کا فیصلہ کرلیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ممتاز دولتانہ نے بھی اس قتلِ عام میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا اور اگلے ہی روز انہوں نے یہ کہہ کر اپنا بیان واپس لے لیا کہ ''تحریک تحفظ ختم نبوت کے لیڈروں سے گفت وشنید کرنے اور مطالبات پر غور کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

ہمیں تو اپنوں نے ہی لُوٹا ، غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی تھی وہاں ڈوبی ، جہاں پانی کم تھا

آخری چٹان

8 مارچ 1953۔۔۔۔ مسجد وزیر خان لاہور

فوج نے مسجد کو پوری طرح محاصرے میں لے لیا۔ پانی کے نل بند کر دیے اور بجلی کی فراہمی معطل کر دی۔ مسجد وزیر خان میں رضا کاروں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع تھے۔ مقررین خفیہ راستے سے آتے اور تقریریں کر کے چلے جاتے۔ پولیس اور فوج جلد سے جلد مسجد پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھی۔ اگلے روز فوج نے خفیہ راستوں کا پتا چلا کر وہاں بھی پہرے بٹھا دیے۔ مسجد سرکاری ایجنسیوں کا اکھاڑا بننے لگی۔ یہ لوگ مسلسل رضا کاروں کے حوصلے پست کرتے اور طرح طرح کی افواہیں پھیلاتے۔ مسلسل محاصرے کی وجہ سے اندر کی صورتِ حال لحہ بہ لحہ دگرگوں ہوتی جارہی تھی۔ ریڈیو سے مسلسل اعلان نشر ہو رہا تھا:

"عبدالستار نیازی اور خلیل احمد قادری اپنے آپ کو حکام کے حوالے کر دیں۔ ورنہ انہیں دیکھتے ہی گولی ماردی جائے گی۔"

ان حالات میں بھی سرفروشانِ ختم نبوت، تحریک کے حق میں اشتہارات چھاپ چھاپ کر شہر بھر میں لگا رہے تھے، سرکاری

پراپیگنڈہ کے توڑ کا یہی واحد ذریعہ تھا۔! فوج مسجد میں داخل ہونے سے گریزاں تھی۔ شدید جانی خطرے کے باوجود رضا کاروں کا جذبۂ شوق دیدنی تھا۔ میگافون پر مقررین کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہونے کے اعلان ہو رہے تھے اور مسجد سے تقاریر کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ علماء کی پارلیمنٹ میں خاطر خواہ نمائندگی نہ ہونے سے ایوان سیکولرز کا گڑھ بنا ہوا تھا، چنانچہ ایوان میں اس بہیمیت کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھ رہی تھی۔ مولانا نیازی جو پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر تھے، خود مسجد میں محصور تھے۔ تحریک کے قائدین نے مولانا نیازی کو مشورہ دیا کہ دو روز بعد ہونے والے صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں کسی نہ کسی طور شریک ہو کر اپنا مؤقف پیش کریں اور بعد میں گرفتاری دے دیں، تاکہ سرکاری پروپیگنڈے کا توڑ ہو۔ اگرچہ یہ ایک مشکل فیصلہ تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اس رات مولانا نیازی بھیس بدل کر مسجد کی دیوار ٹاپ گئے اور لاہور کے ایک خفیہ مقام پر چھپ کر اسمبلی کے اجلاس کا انتظار کرنے لگے۔ مسجد سے مولانا نیازی کی تقاریر بند ہوئیں تو حکومت کو پراپیگنڈے کا موقع مل گیا۔ لاہور میں جگہ جگہ ان کی تلاش میں چھاپے مارے جانے لگے۔ سرکاری ریڈیو اُن کے خلاف زہر اُگلنے لگا۔ ''ڈان'' اخبار نے صفحہ اوّل پر مولانا نیازی کی ایک پرانی کلین شیوڈ تصویر لگا کر سرخی جما دی:

"عبدالستار نیازی نے داڑھی منڈوا لی... دیگ میں بیٹھ کر لاہور سے فرار!"

6 مارچ کو مسجد میں ہزاروں رضا کار موجود تھے۔ روزانہ پانچ چھے جوان باوضو ہو کر باہر نکلتے اور ختم نبوت کا نعرہ لگا کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیتے۔ ملک بھر میں عوام گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آ چکے تھے۔ ساہیوال، اوکاڑہ، سیالکوٹ، وزیر آباد، قصور، گوجرانوالہ، فیصل آباد، گجرات، راولپنڈی اور اندرونِ سندھ بوڑھے، بچے، جوان، عورتیں، مرد تھانوں کا گھیراؤ کئے بیٹھے تھے۔ حکومت جانتی تھی کہ مسجد وزیر خان کو فتح کئے بغیر تحریک کا خاتمہ ممکن نہیں۔ 7 مارچ کو کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوّب خان کچھ دیگر افسران کے ساتھ صورتحال کا جائزہ لینے پہنچے۔ انہوں نے مسجد سے متصل سڑک پر کھڑے ہو کر میگافون پر اعلان کیا:

"مولانا خلیل احمد قادری اور تمام رضا کار اپنے آپ کو حکام کے حوالے کر دیں۔ ورنہ فوج مسجد کے اندر آ کر آپریشن کرے گی اور خون خرابہ کی تمام تر ذمّہ داری آپ لوگوں پر ہوگی۔"

اس کے جواب میں مولانا خلیل نے سپیکر پر جواب دیتے ہوئے کہا:

"جنرل صاحب! مسجد خانۂ خدا ہے۔ یہ آپ کی حدودِ سلطنت میں نہیں آتی۔ فوج اور پولیس کو مسلمان پر گولیاں چلانے کا کوئی حق نہیں۔ مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے۔ اگر فوج ہمارے قتل پر ہی آمادہ ہے تو یاد رکھیں کہ ہمارے خونِ بے گناہی کی ذمّہ داری پاک فوج کے سر ہوگی!"

اس دوران ایک مرزائی افسر نے تجویز پیش کی کہ مسجد کو ڈائنامیٹ سے اُڑا دیا جائے لیکن جنرل صاحب نے یہ منصوبہ سختی

سے مسترد کر دیا اور مزید احکامات کا انتظار کرنے کا کہہ کر چلے گئے۔

8 مارچ کو مذاکرات کا دوبارہ آغاز ہوا۔ حکومت کی طرف سے امیر الدین قدوائی ایڈووکیٹ قائدین تحریک کے لئے گورنر کا پیغامِ ملاقات لے کر آئے، لیکن قائدین نے ملنے سے صاف انکار کر دیا، کیونکہ وہ مذاکرات کے پردے میں گرفتاری کا پروگرام لے کر آئے تھے۔ 8 / مارچ کی شام تک رنگ محل، شیرانوالا گیٹ اور موچی گیٹ تک ریت کی بوریاں چن دی گئیں۔ مسجد کے چہار اطراف سے گھر خالی کرا کے وہاں مشین گنیں اور دیگر ہتھیار نصب کر دیے گئے۔ رات کو کسی بھی وقت خونریز ملٹری آپریشن متوقع تھا۔ یہ رات اہلِ لاہور پر بہت بھاری تھی، لیکن عشقِ رسول ﷺ سے سرشار پروانوں کے لئے لیلۃُ القدر بنی ہوئی تھی۔ شب بھر مسجد میں ذکرِ الٰہی جاری رہا۔ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت، سے لاہور کی فضاء گونجتی رہی۔ درود و سلام کی صدائیں فضاء کو مشکبار کرتی رہیں۔

پڑھیں درود آپ پر، ملی زباں اسی لیے
فِدا ہو اُن کے دین پر ، ہے تن میں جاں اِسی لیے
جو اُن کے واسطے نہیں ، وہ زندگی فضول ہے
غلامیٔ رسول میں -------- موت بھی قبول ہے
غلام ہیں غلام ہیں ---- رسول کے غلام ہیں

اگلے روز قدوائی صاحب پھر تشریف لائے۔ امیر الدین قدوائی بظاہر مولانا ابوالحسنات کے عقیدت مند تھے۔ انہوں نے قائدین اور کارکنان سے کہا:

"سارے شہر میں فوج کا کنٹرول ہو چکا ہے۔ اب گرفتاری دینے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ آپ مزاحمت جاری رکھیں گے تو کشت و خون ہوگا اور مسجد کی بے حرمتی بھی۔ جتنا آپ کے بس میں تھا۔ آپ نے کیا۔ باقی رب پر چھوڑ دیں...."

مولانا بہاء الحق قاسمی نے سپیکر پر اعلان کیا کہ:

"ختمِ نبوت کے پروانو! ہم نے یہ تحریک عدمِ تشدد کے تحت چلائی تھی، لیکن حکومت نے بالآخر اِسے پرتشدد بنا کر ہی چھوڑا۔ سرکار اب بھی خون کی پیاسی ہے اور اس خون کا الزام بھی ہمارے سر پر دھرنا چاہتی ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے آپ کو گرفتاری یا شہادت کے لئے پیش کر دیں۔ ان شاء اللہ ایک دن ہماری یہ قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی۔"

اس کے بعد ختمِ نبوت کے پروانے باوضو ہو کر پانچ پانچ کی ٹولیوں میں باہر نکلتے رہے اور فوجی حکام انہیں گرفتار کرتے گئے۔ ہزاروں جاں نثاران ختمِ نبوت نے گرفتاریاں پیش کیں۔ سیّد خلیل احمد قادری نے حالات کو خرابی سے بچانے کے لیے

احباب کے مشورہ سے گرفتاری دینے کا فیصلہ کیا۔قدوائی صاحب بہت خوش تھے۔وہ بھی ان کے ساتھ مسجد کے جنوبی دروازے سے باہر تشریف لائے تو فوجی افسروں نے ان پر بندوقیں اور ریوالور تان لئے۔

"جب میں خود گرفتاری پیش کر رہا ہوں تو اس تکلّف کی کیا ضرورت ہے؟" سیّد خلیل نے مسکرا کر کہا۔

"آپ لوگ ہمیں کافر سمجھتے ہیں اور مسجد میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے۔" ایک کرنل پستول لہراتے ہوئے بولا۔

"اگر آپ مرزائی ہیں تو پھر یقیناً کافر ہیں اور اگر مسلمان ہیں تو پھر کسی مسلمان کو کافر سمجھنا بہت بڑا کفر ہے۔"

" مسجد میں کتنا اسلحہ ہے؟"

"یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔دروازے کھلے ہیں۔آپ اندر جا کر دیکھ سکتے ہیں۔" مولانا خلیل احمد نے جواب دیا۔

اس پر کرنل ہنس دیا اور مولانا کی گرفتاری کا حکم دیا۔ایک جوان آگے بڑھا اور سیّد خلیل کو ہتھکڑی پہنانے لگا۔سیّد صاحب نے بے ساختہ ہتھکڑی کو چوم کر کہا:

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔مجھے فخر ہے کہ آج میں نے شافع محشر ﷺ کی ناموس اور عظمت کی خاطر یہ زیور پہنا ہے۔"

"دل تو ہمارے آپ کے ساتھ ہیں، لیکن ہم بے بس ہیں۔" سپاہی نے کہا۔

"ابن زیاد کی فوج بھی یہی کہتی تھی۔" سیّد خلیل نے جواب دیا۔

کوتوالی میں فوجیوں نے بڑے بڑے وائرلیس سیٹ لگا رکھے تھے۔مارشل لاء حکام کو "خطرناک ملزمان" کی گرفتاری کی نوید سناء جا رہی تھی۔عشقِ رسول ﷺ کے اُن قیدیوں کو پرانی کوتوالی سے دہلی دروازے تک پیدل لے جایا جا رہا تھا۔قادیانی نواز حکام سے کسی سمجھوتے کی بجائے، جنہوں نے موت کی کوٹھڑی میں رہنا پسند کیا تھا۔کرفیو کے باوجود بے شمار عورتیں، مرد اور بچے گھروں سے نکل آئے اور تحریک کے حق میں نعرے لگانے لگے۔ریاستی جبر واستبداد میں جکڑی امت اس درد پر شاداں وفرحاں تھی، جو سرکارِ دوعالم ﷺ کی ختم المرسلینی کے صدقے انہیں عطا ہوا تھا، اس نسبت پر فخر کر رہی تھی جس کے کانٹے بھی پھول معلوم ہوتے ہیں!

اعلان

زیرِ نظر ناول ''عشق کے قیدی'' جو نقیب ختم نبوت میں قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا تھا اب کتابی شکل میں شائع ہو کر دستیاب ہے۔اس وجہ سے مجلس ادارت نے مزید اقساط کی اشاعت روکنے کا فیصلہ کیا ہے۔قارئین اس ناول کو بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان سے کتابی شکل میں حاصل کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-8020384

خطبات بہاولپور کا علمی جائزہ (قسط:۱)

علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

حرفِ آغاز:

پندھوریں صدی ہجری کے آغاز کے مبارک موقع پر اسلامی یونیورسٹی بہاول پور نے پاک سرزمین کو ایک گراں بہا علمی تحفہ ''خطباتِ بہاول پور'' کے نام سے دیا۔ یہ مجموعہ بارہ خطبات پر مشتمل ہے، جو ملتِ اسلامیہ کے نامور اسکالر جناب ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے یونیورسٹی کے غلام محمد گھوٹوی ہال میں دیے تھے۔ یہ اس وقت کے یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب عبدالقیوم قریشی کی ایک مستحسن اور قابل قدر کاوش تھی۔ کاش کہ یہ سلسلہ کچھ اور پھیلتا اور اُمت مسلمہ کے بعض دیگر اکابر اہلِ علم کے پاکیزہ خیالات سے بھی ملک وملت کو استفادہ کا موقع میسر آتا لیکن: ليس كل ما يتمنى المرء يدركه۔

ڈاکٹر صاحب موصوف، ایک بہت ہی شہرت یافتہ اسکالر ہیں اور ان کے یہ خطبات بڑے معلومات افزا ہیں، اس کے باوجود وہ جو عربی زبان کا ایک مقولہ ہے: ''ان لكل جواد كبوة ولكل صارم نبوة'' (ہر تیز رفتار گھوڑا کبھی منہ کے بل گرتا ہے اور ہر تلوار کبھی خطا کر جاتی ہے)۔ اس کے مطابق کوئی انسان، خواہ علم وفضل میں وہ کتنا اونچا مقام رکھتا ہو، اس سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ ماضی قریب میں ہم نے دیکھا کہ بہت سے تعلیم یافتہ نوجوان ڈاکٹر صاحب کے ان کے خطبات کو حوالہ کی کتاب قرار دیتے ہوئے ان سے استدلال اور استناد کرتے ہیں، مگر ہم ان خطبات کی یہ حیثیت تسلیم کرنے سے معذرت خواہ ہیں۔ کیوں؟ یہی ہم آج کی فرصت میں قارئین کو بتانا چاہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم پھر گزارش کر دیں کہ ہمارا مطمحِ نظر تنقید برائے تنقید قطعاً نہیں ہے۔ میں دل سے ڈاکٹر صاحب کی قدر کرتا ہوں اور ان کے علمی وتحقیقی کام کو انتہائی وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ آئندہ گزارشات سے مقصود، محض تحقیقِ حق ہے۔ اِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى.

واقعہ یہ ہے کہ بے شک ڈاکٹر صاحب، ایک وسیع النظر فاضل، اسلامی قانون کا کافی مطالعہ رکھتے ہیں، ایک بلند پایہ مؤرخ بھی ہیں، لیکن ان کا یہ مقام تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ انھیں صفِ اول کے فقہاءِ اُمت میں لا کھڑا کیا جائے۔ علم حدیث میں تبحر اور مہارت تو دور کی بات ہے، ان پر ایک ''محدث'' کا اطلاق بھی شاید ہی ہو سکے۔ حدیث کے طلبہ، محدث، حافظہ، حجۃ اور حاکم کی فنی اصطلاحات سے بخوبی واقف ہیں، ہماری آئندہ گزارشات ان پر واضح کریں گی کہ علم حدیث میں ڈاکٹر صاحب کا کیا پایہ ہے۔ اور یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں ہماری رائے کسی تنگ نظری یا ''مولویانہ بخل'' پر مبنی نہیں ہے، بلکہ علوم دینیہ سے خیر خواہی کا مقتضا ہے۔

والله على ما نقول وكيل

کیا عورت مردوں کی امام بن سکتی ہے؟:

جناب ڈاکٹر صاحب اس سوال کا جواب ''ہاں'' میں دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''حضرت اُمِ ورقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ نے ان کے محلے اهل دارها نہ کہ اهل بيتها کی مسجد کا امام مامور فرمایا تھا جیسا کہ سنن ابی داوٗد اور مسند احمد بن حنبل میں ہے اور یہ بھی کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے اور یہ کہ ان کا موذن ایک مرد تھا۔ ظاہر ہے کہ موٗذن بھی بطور مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا۔'' (خطبات، طبع چہارم، ص: ۳۵)

آگے چل کر خطبہ نمبر ۱۲ میں سوال نمبر ۵ اور اس کا جواب بھی قابلِ ملاحظہ ہے:

''سوال: حضرت اُمِ ورقہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی عورتوں کا امام بنایا تھا۔ کیا عورت صرف عورتوں کی امامت کر سکتی ہے۔ مردوں کی نہیں؟

جواب: میں اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ صرف عورتوں کے لیے امام بنایا گیا تھا۔ حدیث میں یہ الفاظ ''اهل خاندان کے لیے'' اهل کے معنی صرف عورتوں کے نہیں ہوتے۔ پھر اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کا ایک موذن تھا، جو ایک مرد تھا اور مزید تفصیلات بھی ملتی ہیں کہ ان کے غلام بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ غلام ان کی امامت میں ہی نماز پڑھتے ہوں گے۔ غرض یہ کہ امامت صرف عورتوں کے لیے نہیں تھی بلکہ مردوں کے لیے بھی تھی۔'' (خطبات، ص: ۴۲)

جناب ڈاکٹر صاحب کے ارشادات کا جائزہ لینے سے پہلے ہم قارئین سے عرض کرتے ہیں کہ وہ نگاہ کو اور گہرائی تک لے جائیں، شریعتِ مقدسہ کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر دیکھیں کہ کیا عورت کا مردوں کے لیے امام بننا، شریعت کے لطیف اور پاکیزہ مزاج سے کوئی میل کھاتا ہے۔

شریعتِ مقدسہ کا عمومی مزاج اور عورت کی امامت:

اس سلسلے میں ہم قارئین کی توجہ تین نکات کی طرف مبذول کرائیں گے:

پہلا نکتہ:

اگر عورت مسجد میں جا کر مردوں کی امام بن سکتی ہے تو یقیناً جہری نمازوں میں قرات بھی جہراً کرے گی اور نماز جہری ہو یا سری، تکبیرات تو یقیناً بلند آواز سے کہے گی۔ جب یہ سب کچھ اس کے لیے روا ٹھہرا تو پھر اس کے اذان خود کہنے میں رکاوٹ کیوں ہوتی اور کسی مرد کو اس کے لیے موذن مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ شریعت تو یہاں تک حکم دیتی ہے کہ اگر نماز میں امام سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو مرد **سبحان الله** کہہ کر آگاہ کریں اور عورت ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر مار کر مطلع کرے۔ **التسبيح للرجال والتصفيق للنساء** (بخاری ومسلم، ج: ۱، ص: ۱۸۰، وغیرہ) جو عورت غلطی بتانے کے لیے مردوں کی جماعت میں زبان سے سبحان اللہ نہیں کہہ سکتی، وہ آگے کھڑی ہو کر تکبیرات کہے گی اور قرأت کرے گی؟ عقلِ سلیم کیا کہتی ہے؟

دوسرا نکتہ:

حدیث کی تمام معتبر کتابوں (بخاری باب الصلوٰۃ، حدیث نمبر ۳۸، مسلم ج: ۱، ص: ۲۳۴ وغیرہ) میں ایک واقعہ آیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بی بی اُمِ سُلَیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کا چھوٹا بھائی، حضور صلی اللہ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے ان دونوں بیٹوں کے پیچھے کھڑی ہوئیں، ''صـفـفـت انا و الیتیم ورئه والعجوز من ورائنا'' ۔(ترمذی، ج:۱،ص:۵۵) تو شریعتِ مطہرہ کی نازک مزاجی اور احتیاط پسندی اس بات کی روادار نہیں ہے کہ بوڑھی ماں اپنے بیٹوں کے ساتھ صف میں کھڑی ہوجائے۔ کیا وہ اس بات کی اجازت دے گی کہ عورت، مردوں کی امام بن کر آگے کھڑی ہو؟ حاشا وکلاّ۔

تیسرا نکتہ:

شریعت مقدسہ تو یہاں تک حکم دیتی ہے کہ عورت کا گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے، کمرے میں نماز پڑھنا بہتر ہے اور کمرے کے کسی گوشے میں نماز ادا کرنا کھلے کمرے میں ادا کرنے سے بہتر ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

''صلا تها في مخدعها افضل من صلا تها في بيتها'' (ابوداؤد، ج:۱،ص:۹۱)

شریعت عورت کو یہاں تک حجاب اور پردے میں دیکھنا چاہتی ہے، مگر ڈاکٹر صاحب اسے محلے کی مسجد میں مردوں کے آگے کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ **فواعجبا**

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا؟

اب ہم ڈاکٹر صاحب کے ارشادات کا جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ وہ فرماتے ہیں: ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محلے کی مسجد کا امام مامور فرمایا تھا۔

ہم نے سنن ابی داؤد اور مسند احمد (جن سے روایت لی گئی ہے) کو کھول کر ان کا ایک ایک لفظ بغور پڑھا، مگر ہمیں نہ کہیں محلے کا لفظ نظر آیا نہ مسجد کا۔

۲۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تکنیک بڑی با مقصد اور حیرت انگیز ہے کہ پہلے تو وہ ایک مفروضہ کو شک وارتیاب کے انداز میں بیان کرتے ہیں پھر یک لخت ترقی کر کے وہ اسے یقین کا درجہ دے دیتے ہیں۔ ان کے فرمان کے یہ جملے ملاحظہ ہوں:

''ان کا مؤذن ایک مرد تھا۔ ظاہر ہے کہ مؤذن بھی بطور مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا۔ ان کا ایک مؤذن تھا، جو ایک مرد تھا اور ان کے غلام بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ غلام ان کی امامت میں نماز پڑھتے ہوں گے۔ غرض یہ کہ امامت صرف عورتوں کے لیے نہیں تھی، بلکہ مردوں کے لیے بھی تھی۔'' (حوالہ اوپر گزر چکا ہے)

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ کس طرح پیشہ ور مناظروں کی طرح ڈاکٹر صاحب نے ''ہوگا'' اور ''ہوں گے'' کو ''تھا تھی'' میں تبدیل کر دیا۔ ایک محقق آدمی، اصحاب الجدل کی روش کیوں اختیار کرتا ہے؟

۳۔ شروع میں جو اقتباس دیا گیا ہے، اس میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب، سنن ابی داؤد اور مسند احمد کا حوالہ دینے کے بعد معاً ہی یہ فرماتے ہیں کہ: اور یہ بھی کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے، حالانکہ ان کتابوں میں ان الفاظ کا کوئی نشان تک نہیں ہے۔ یہ محض اضافہ ہے جو موصوف کی علمی دیانت اور ثقاہت کو مجروح کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اور مزید تفصیلات بھی ملتی ہیں کہ ان کے غلام بھی تھے۔''

لیکن زیرِ بحث روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ صرف ایک غلام کا ذکر ہے، غلاموں کا نہیں۔ ممکن ہے ڈاکٹر صاحب نے اور کہیں سے لیا ہو۔ ہم روایت کے الفاظ مع ترجمہ نقل کر دیتے ہیں۔ قارئین خود پڑھ کر اطمینان فرما لیں۔

"قال و کانت قد قرأت القرآن فاستأذنت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ان تتخذ فی دارها مؤذناً فأذن لها. قال و کانت دبّرت غلاماً و جاریةً، فقاما الیها باللیل، فغمَّا ها بقطیفةٍ لها، حتی ماتت و ذهبا." (سنن ابی داوَد، ج:۱،ص:۹۴)

ترجمہ: ''راوی کہتا ہے، ام ورقہ نے قرآن پڑھ رکھا تھا، تو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر میں مؤذن مقرر کر لیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی۔ راوی مزید کہتا ہے کہ اس نے ایک غلام اور ایک لونڈی کو مدبر بنا لیا تھا۔ انھوں نے رات کو اٹھ کر اس کی چادر سے اس کا گلا گھونٹ دیا، حتی کہ وہ مر گئی اور وہ دونوں چلے گئے۔''

(آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نھیں تلاش کروا کے انھیں سزائے موت دینا بھی مذکور ہے)

سنن ابی داوَد کے اسی باب میں دوسری روایت ان الفاظ سے آئی ہے:

"وجعل لها موذناً یوذن لها. وامرها ان تَؤُمّ اهل دارها." (سنن ابی داوَد، ج:۱،ص:۹۵)

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موذن اس کے لیے مقرر کر دیا جو اس کے لیے اذان کہہ دیتا اور اسے اجازت دی کہ اپنی اہل خانہ کی امام بن جایا کرے۔''

اب آپ فرمایے کہ اوپر کے خط کشیدہ الفاظ (کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے) آپ کو کہیں نظر آتے ہیں؟ جب نہیں ہیں تو ہوا میں محل تعمیر کرنے کی کیا تک بنتی ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ دونوں روایتوں کے الفاظ ''فی دارها'' اور ''لها'' خود یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ خاتون گھر میں عورتوں کی جماعت کراتی تھیں اور مؤذن گھر میں اذان کہہ کر چلا جاتا تھا۔ نماز وہاں ادا نہیں کرتا تھا جیسا کہ چند سطور بعد خود حدیث شریف سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ایک عجوبہ:

ہماری طرح قارئین کو بھی شاید یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ''دار'' کے اصلی معنی ''گھر'' کے ہیں جو چاردیواری سے گھرا ہوا ہو۔ قرآن پاک میں کم و بیش تیس مرتبہ یہ لفظ آیا ہے۔ دارالآخرۃ، دارالسلام، دارالقرآن، دارالخلد وغیرہ وغیرہ اور ہر جگہ گھر کے معنی مراد ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو سیع یہ فرمائی کہ دار سے مراد محلّہ لیا۔ پھر اس کے ساتھ مسجد کا لفظ بڑھایا۔ بعد ازاں مستورات کے ساتھ مردوں کو شامل کیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی شرعی دلیل کے بغیر یہ توسیع در توسیع کس ضرورت کے پیش نظر فرمائی گئی؟

حقیقت حال، ڈاکٹر صاحب کے تصور کے برعکس:

ڈاکٹر صاحب نے تو ''ہوگا'' اور ''ہوں گے'' کے الفاظ کو ''تھا'' اور ''تھی'' کا لباس پہنا کر ایک رائے قائم فرمالی اور ڈنکے کی چوٹ اس کا اعلان فرمادیا۔ لیکن اگر وہ کتبِ حدیث کو مزید کھنگالنے کی زحمت فرماتے تو انھیں اپنی غلطی کا علم ہوجاتا اور پھر ان شکوک اور ظنون کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جاتی۔

سنن دار قطنی میں خود حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اَذِنَ لَهَا اَن يُّؤَذَنَ لها ويُقَامَ وتَؤُمَّ نساء ها.''

(سنن دار قطنی، باب: ذکر الجماعۃ)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی تھی کہ اس کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنی عورتوں کی امامت کرائے۔''

فرمایے، مسئلہ حل ہوگیا؟ حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کس کی امام بنتی تھیں؟ عورتوں کی یا مردوں کی؟ راقم السطور کو اپنی علمی کم مائیگی کا اعتراف ہے، پھر کتابی ذخیرہ بالکل محدود سا ہے۔ ممکن ہے ''تَؤم نساء ها'' کا جملہ حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی منقول ہو مگر اس وقت تک یہ جملہ معتبر سند کے ساتھ صرف دار قطنی میں ملا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ جہاں تک نفسِ مسئلہ کا تعلق ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ فقہ وحدیث اس پر متفق ہیں چنانچہ محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حدیث اُم ورقہ کو نقل کرتے ہوئے عنوان قائم فرماتے ہیں:

''باب امامة المرأة النساء فی الفریضة''

ترجمہ: ''عورت کا فرض نماز میں عورتوں کی امامت کرانے کا بیان''۔ (ص:۸۹، ج:۳)

ہمیں یقین ہے کہ اگر ایسی عبارات، ڈاکٹر صاحب کے سامنے ہوتیں تو وہ علماءِ اُمت کے متفق علیہ مسئلہ کے خلاف کوئی رائے قائم نہ فرماتے۔

عورتوں کے لیے مردوں کا امام بننے کی صریح ممانعت:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی روایت پر خاصی بحث ہوچکی ہے، اخیر میں ہم نفس مسئلہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں جو اس عنوان پر نصِ صریح کی حیثیت رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا تؤمن امرأة رجلا.'' (سنن ابن ماجہ، ص:۷۷)

ترجمہ: ہرگز کوئی عورت کسی مرد کی امام نہ بنے۔

اس حدیث کی سند میں مقال ہے، مگر علماءِ امت کی طرف سے تلقی بالقبول پائی جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ کے جد امجد، مجد الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منتقی الاخبار میں، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بلوغ المرام

میں،نواب صاحب بھوپالی رحمہ اللہ نے عرف الجادی میں اسے نقل کیا ہے۔

اس فرمان کا دوٹوک فیصلہ ہے،لہٰذا یوں ہوگا، ووں ہوگا'' کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

ایک اور حدیث شریف میں بھی رکاوٹ کی واضح دلیل ہے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:

''اخروھن حیث اخرھن اللّٰہ.'' (مشکوٰۃ ص:۴۴۴)

ترجمہ:تم انھیں پیچھے رکھو کیونکہ اللہ نے انھیں پیچھے رکھا ہے۔''

ارشادِ گرامی کے یہ الفاظ مطلب میں بالکل واضح ہیں۔مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

بہت ممکن ہے کہ خواتین کے بارے میں ضرورت سے زیادہ فراخ دلی ڈاکٹر صاحب میں یورپ کی بود و باش سے آ گئی ہو، ورنہ تو ڈاکٹر صاحب ایسی باتیں نہ ارشاد فرماتے ، جو حدیث شریف میں نہ تو صراحتاً مذکور ہیں نہ اس سے مفہوم ہوتی ہیں۔اگر شریعت میں کوئی حکم عورتوں کے لیے مردوں کی امامت کے جواز کا آ جاتا تو ماوشما کو قطعاً اس پر اعتراض کا حق نہ ہوتا۔یقیناً ائمہ دین اس کے قائل ہوتے ، کتب فقہ میں اس کا ذکر ہوتا اور امت میں اس پر عمل کی مثالیں نظر آتیں ، جب کہ کتابوں میں معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے،ایک حوالہ آپ بھی پڑھ لیجیے۔

''کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعۃ'' چودھویں صدی ہجری میں لکھی گئی ایک نہایت ہی عمدہ تصنیف ہے۔جس میں مصنف نے چاروں فقہی مسلک بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔علماء اس کو ایک حوالہ کی کتاب مانتے ہیں اور اس پر اعتماد فرماتے ہیں۔اس کی چند سطروں کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''امامت کی شرطوں میں سے ایک شرط امام کا مرد ہونا ہے۔تو عورتوں اور خنثیٰ کا امام بننا اس صورت میں درست نہیں ہے جب کہ مقتدی مرد ہوں۔اگر مقتدی عورتیں ہوں تو ان کا امام بننے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں۔ بلکہ عورت ، عورت کی امام بن سکتی ہے۔تین ائمہ (امام ابوحنیفہ، اما شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ) اس پر متفق ہیں۔ مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے۔وہ کہتے ہیں:

عورت اور خنثیٰ امام نہیں بن سکتے ، نہ مردوں کے لیے نہ عورتوں کے لیے، نہ فرض نماز میں نہ نفل میں۔ان کے نزدیک امام کا مرد ہونا ہر حالت میں شرط ہے۔مقتدی کوئی بھی ہو۔'' (کتاب الفقہ ج:۱،ص:۳۷۲)

متلاشیانِ حق کو دعوت فکر و عمل

مکتوب نمبر:۶

ڈاکٹر محمد آصف

پیارے احمدی دوستو!

کبھی آپ نے غور کیا کہ ایک طرف تو احمدی دوست مسلمانوں سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں اپنا حصہ سمجھا جائے، انہیں برابر کے حقوق ملیں اور مسلمان معاشرتی زندگی میں ان سے مل جل کر رہیں۔ اس کو آپ حقیقت کا نام دیں گے یا اس کے برعکس کہ ان کی یہ جملہ خواہش اور کل تقاضے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں۔ جماعت احمدیہ میں شادی بیاہ سے لے کر جنازہ اور تدفین تک جملہ معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ کی تعلیم ہے اور اس پر بھرپور زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں سے کسی قسم کا کوئی معاملہ نہ رکھیں حتیٰ کہ ان کے معصوم بچوں کا جنازہ تک نہ پڑھیں۔ مرزا صاحب کے ان اقدامات کو دیکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ مرزا صاحب اپنے ماننے والوں کو ایک الگ امت بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے خلفاء کی تعلیمات یہ ہیں تو پھر وہ مسلمانوں سے باہمی روابط کا کیوں مطالبہ اور تقاضا کرتے ہیں۔ اس دوہرے کردار کا اندازہ کرنے کے لیے درج ذیل تحریرات سب سے بڑا ثبوت ہیں چند تحریرات ملاحظہ فرمائیں:

''ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریمؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی دوسرے دنیوی، دنیوی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے۔''

(کلمۃ الفصل از مرزا بشیر احمد ایم اے ص169۔170)

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین تو اس سے بھی زیادہ سخت عقیدہ رکھتے ہیں تحریر فرماتے ہیں:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت از مرزا بشیر الدین محمود ص 35)

جب بھی کسی احمدی دوست سے پوچھا جائے کہ آپ لوگ ساری امت مسلمہ کو کیا سمجھتے ہیں تو وہ جھٹ سے جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں مسلمان سمجھتے ہیں لیکن جب انہیں کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ساری امت مسلمہ کو کافر قرار دیا ہے تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مسلمان علماء نے مرزا صاحب کو کافر قرار دیا اس لیے نبی کریم نے فرمایا ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے لہٰذا اس لیے مرزا صاحب نے امت مسلمہ کو کافر کہا ہے تو میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر علما مرزا صاحب کو کافر قرار نہ دیتے لیکن سچا سمجھ کر قبول بھی نہ کرتے تو کیا۔ مرزا صاحب یا جماعتی خلفاء امت مسلمہ کے ساتھ رعایت کر دیتے انہیں مسلمان سمجھ لیتے میرے محترم آپ مرزا صاحب کی ان ساری عبارتوں کو مرزا صاحب کے صاحبزادوں اور خلفاء کی تحریروں کو غور سے پڑھیں آپ نے اس مسئلہ پر ساری تحریریں کبھی اکٹھی نہیں پڑھی ہوں گی میں کئی ایسے احمدیوں کو جانتا ہوں جس کا صرف اس بات پر اخراج ہو گیا کہ انہوں نے اپنی غیر از جماعت والدہ کا یا کسی مسلمان کا جنازہ پڑھا تھا۔

''جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود سے جب پوچھا گیا کہ غیر احمدی کے بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو معصوم ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں وہ بچہ جوان ہو کر احمدی ہوتا۔ اس کے متعلق مرزا بشیر الدین نے کہا کہ جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے، اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔'' (انوار خلافت، انوار العلوم، جلد 3، ص 150)

مرزا صاحب کو مارچ 1906ء میں الہام ہوا؛ ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔''

(تذکرہ ایڈیشن چہارم ص 519)

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم اے اپنی کتاب کلمۃ الفصل کے ص 110 پر تحریر فرماتے ہیں ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا صاحب) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص 110 مرزا بشیر احمد ایم اے) منیر انکوائری کمیشن کے سوال کے جواب میں ان دونوں جماعتوں نے یہ بیان دیا کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتے ان کا یہ بیان ان کے حقیقی عقائد اور سابقہ تحریرات سے اس قدر متضاد تھا کہ منیر انکوائری کمیشن کے جج صاحبان

بھی اسے صحیح باور نہ کر سکے چنانچہ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ پر کہ آیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں اور لفظ ''کفر'' جو احمدی لٹریچر میں ایسے اشخاص کے لیے استعمال کیا گیا ہے اس سے کفر خفی یا انکار مقصود ہے یہ ہرگز مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اردو، ص212۔1954ء)

تمام احمدی دوستوں سے انتہائی خلوص سے عرض کروں گا کہ تمام تر تعصّبات اور نفرتوں کو بھلا کر انتہائی غیر جانبداری سے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے صاحبزادوں کی کتابیں نہایت غور و فکر کے ساتھ پڑھیں۔ مزید گزارش یہ ہے کہ دوران مطالعہ خود ساختہ تاویلات میں ہرگز نہ الجھیں الفاظ کا وہی مفہوم مراد لیں جو بظاہر نظر اور سمجھ آ رہا ہے۔ اگر آپ ہر بات کی تاویل کریں گے تو حقائق تک کبھی رسائی نہ پا سکیں گے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے لاکھ جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔

والسلام علیٰ من التبع الهدیٰ

منجانب: آپ کا ایک خیر خواہ

not found.

شہداءِ ختم نبوت چوک ساہیوال کی نئی تختی کی نقاب کشائی کی تقریب کی روداد!

حافظ محمد سلیم شاہ

7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی سربراہی میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، تو پوری دنیا میں اس کے اثرات کے محسوس ہونے لگے لیکن قادیانیوں نے اس قرارداد اقلیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، آنجہانی قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام نے حکومت پاکستان کی طرف سے اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ایک سائنس کانفرنس میں یہ کہہ کر شرکت سے انکار کر دیا کہ ''میں ایسے لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا، جس کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت ڈکلیئر کیا ہو'' چناں چہ 26 اپریل 1984ء کو صدر محمد ضیاء الحق مرحوم کے حکم سے امتناع قادیانیت ایکٹ جاری ہوا جو بعد میں تعزیرات پاکستان کا حصہ بن گیا، اس کی رُو سے قادیانی اسلامی شعائر اور اسلامی علامات استعمال نہیں کر سکتے، دینی کارکنوں نے اس آرڈینس کے بعد یہ پتہ رکھنا شروع کر دیا کہ قادیانی اپنے معبد خانوں کو مساجد کی شکل نہ دیں، اذان نہ دیں تاکہ مسلمانوں کو اشتباہ پیدا نہ ہو، اسی حوالے سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے استاد اور مجلس احرار اسلام کے ساہیوال کے امیر قاری بشیر احمد حبیب اور گورنمنٹ پولی ٹیکنکل کالج ساہیوال کے طالب علم اظہر رفیق آج سے 33 سال قبل 26 اکتوبر 1984ء کو صبح کے وقت مشن ہسپتال ساہیوال کے سامنے مسجد کی شکل میں موجود قادیانی معبد کے قریب گئے تاکہ امتناع قادیانیت کی خلاف ورزی کا پتہ چلایا جاسکے، جس پر معبد کے اندر موجود قادیانی دہشت گردوں نے قاری بشیر احمد حبیب اور اظہر رفیق کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے، وہ شہید ہو گئے انہی شہدا کے حوالے سے 26 اکتوبر 2017ء جمعرات کو ساہیوال ''یوم شہدائے ختم نبوت'' عقیدت واحترام اور جوش وخروش کے ساتھ منایا گیا، اور شہدا کے مشن کو جاری رکھنے کے عزم کو دہرایا گیا، اس موقع پر مشن ہسپتال کے قریب شہداء ختم نبوت چوک میں نصب نئی تختی کی نقاب کشائی کی پروقار تقریب منعقد ہوئی مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، میئر ساہیوال اسعد علی خان، ڈپٹی میئر چودھری ساجد نعیم، چیئرمین PHA حاجی احسان الحق ادریس، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رہنما قاری منظور احمد طاہر نے، علمائے کرام، دینی وسیاسی کارکنوں اور شہریوں کی بڑی تعداد کی موجودگی میں فیتہ کاٹا اور نقاب کشائی کی، تو فضاء نعرہ تکبیر اللہ اکبر، تاج وتخت ختم نبوت اور شہداء ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی، اس موقع پر جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل چودھری ضیاء الحق، قاری سعید احمد ابن شہید، قاری بشیر احمد رحیمی، قاری عتیق الرحمٰن رحیمی، مولانا پیر جی عبدالباسط، قاری عبدالجبار، محمد اسلم بھٹی، مفتی عبدالصمد، مولانا منظور الحسن قاسم، حاجی نیاز احمد بھٹہ، شیخ عبدالرزاق، حاجی محمد اکرم، قاری عبدالغنی فرقانی، قاری محمد ندیم اور متعدد شخصیات موجود

تھیں، مجلس احرار اسلام پاکستان کے جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ نے اس موقع پر اپنے خطاب میں کہا کہ 33 سال قبل قاری بشیر احمد حبیب اور اظہر رفیق قادیانیوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ، قادیانی دہشت گرد تنظیم ہے، جو اسلام اور وطن کے دشمنوں کا مہرہ بنی ہوئی ہے، انہوں نے کہا کہ شہدائے ختم نبوت ساہیوال نے اپنی مقدس خون سے ہمارے راستے کی مشکلات آسان کر دی، ان کا مقدس خون ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم تحریک ختم نبوت کی جدوجہد کو آگے بڑھانے والے بن جائیں، انہوں نے کہا کہ ساہیوال قادیانی معبد قانون کے مطابق سیل ہے، اس کو کھولنے کی سازش کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے، قادیانیوں کو قانون کے مطابق سزا دی جائے ، انہوں نے کہا کہ ہم قادیانیوں کی گھناؤنی سازشوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے، ساہیوال کارپوریشن کے میئر اسعد علی خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کارپوریشن کی طرف سے شہدائے ختم نبوت چوک کی تختی کو تنصیب کرنا ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے، عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس ہے، اس کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کرنے والے علمائے کرام ہمارا اثاثہ ہیں، انہوں نے کہا کہ کارپوریشن اور میرے گھر کے دروازے ہر وقت علمائے کرام کے لئے کھلے ہیں، قاری منظور احمد طاہر نے کہا کہ 1986ء میں بلدیہ ساہیوال نے ایک قرارداد کے ذریعے اس چوک کو شہدائے ختم نبوت چوک کے نام سے منسوب کیا تھا اب کارپوریشن کی طرف سے اس کی تجدید ضروری ہے، اس تقریب میں تلاوت قرآن پاک کی سعادت مفتی عبدالصمد نے حاصل کی ، جب کہ تقریب قاری منظور احمد طاہر کی دعا پہ اختتام پذیر ہوئی، یاد رہے کہ کچھ عرصہ قبل شہدائے ختم نبوت کی تختی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی یا دانستہ توڑ دی گئی تھی ، اس کے بعد قاری بشیر احمد رحیمی نے 25 ستمبر کو ضلع کونسل ہال میں امن کمیٹی کے اجلاس میں جس کی صدارت مسلم لیگ (ن) کے رہنما اور صوبائی وزیر عشر وزکوۃ ملک محمد ندیم کامران کر رہے تھے نے شہدائے ختم نبوت چوک کے حوالے سے پورے ہاؤس کو توجہ دلائی کہ 33 سال قبل اس چوک کا نام شہدائے ختم نبوت چوک رکھا گیا تھا، اور شہدا کی یاد میں تختی نصب کی گئی تھی ، لہذا اس تختی کو کارپوریشن کے نظم میں نصب کرایا جائے ، پورے ہاؤس نے اس کی تائید کی ،صوبائی وزیر عشر وزکوۃ ملک ندیم کامران نے ڈپٹی میئر ساجد نعیم اور جناب محمد قاسم ندیم کی ڈیوٹی لگائی، جناب چیف آفیسر بلدیہ جناب باؤ عبدالحمید نے اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے 21 اکتوبر کو چوک میں تختی نصب کروا دی جس کی نقاب کشائی ''یوم ختم نبوت'' کے موقع پر 26 / اکتوبر کو کی گئی۔ علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے جمعرات کو بعد نماز ظہر مرکزی جامع مسجد عیدگاہ ساہیوال میں شہداء ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ الیکشن کمیشن کے حلف نامے سے حلف نامے کی عبارت کو حذف کرنے کے حوالے سے دینی جماعتیں ہرگز سیاست نہیں کر رہی ہیں ،انہوں نے مطالبہ کیا کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان اس کا نوٹیفکیشن جاری کرے اور صدر مملکت اس پر سائن کریں تو جا کر یہ عمل تکمیل تک پہنچے گا ، اور لوگوں میں ابہام اور تذبذب ختم ہوگا ، اس کے بعد شہداء ختم نبوت کے ایصال ثواب کے لیے اجتماعی دعا کرائی گئی۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: صبیح ہمدانی

نام: تفہیم البلاغہ اردو شرح دروس البلاغہ شارح: مولانا محمد یار عابد ضخامت: ۴۶۴ صفحات

قیمت: درج نہیں ناشر: ادارہ تالیفات ختم نبوت، ۲۸ غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور

درسی کتب کی شروح وحواشی لکھنے کی روایت خاصی پرانی ہے اور اس سلسلے میں لکھی جانے والی کتب ہماری علمی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ مگر یہ کام اپنے جوہر کے اعتبار سے ایک انتہائی مشکل اور خطر آمیز ہے۔ خصوصا اس زمانے میں جبکہ ہماری علمیت ایک عمومی سطحیت اور کم استعدادی کا شکار ہو چکی ہے، درسی کتب کی شروحات کے معیار کو بھی بہت تیزی سے زوال آیا ہے۔ مختلف اساتذہ اپنی زیرِ تدریس کتاب کے درسی امالی کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے لگے ہیں، اور اس سلسلے میں قدر بواجب محنت وجستجو کا لحاظ بھی عام طور پر نہیں رکھا جاتا۔ کثرتِ تصنیف کا شوق علمیت کی پستی کا ایک مستقل سبب ہے۔ اگر آپ درسِ نظامی کے کسی محنتی مدرس سے ملیں تو وہ ان لا تعداد (روز افزوں) شروحات کی بے تحاشا اغلاط اور کمزوریوں پر شدید شکوہ کناں نظر آئے گا۔

ان سطور کا راقم ایک پیشہ ور طالب علم ہے اور اپنی شناخت پڑھنے پڑھانے میں ہی دیکھتا ہے۔ آج کل چھپنے والی بہت سی درسی شروحات سے نیاز مندانہ استفادہ کرتے ہوئے مجھے بے ساختہ وہ لطیفہ یاد آتا ہے جو غالباً صرف پڑھاتے ہوئے میرے ایک عالی قدر استاد نے سنایا تھا، اس لطیفے کی تقریب یہ تھی کہ ایک ہم جماعت نے سبق پوچھنے پر استادِ محترم سے عرض کیا بس یہی مقام جو آپ نے استفسار فرمایا مجھے یاد نہیں باقی پوری کتاب از بر ہے۔ استادِ گرامی نے فرمایا کہ صاحب خانہ کے جاگنے پر ایک چور کو بھاگنا پڑا، صاحب خانہ اس کے پیچھے پیچھے بھاگا، اور کرنا خدا کا یوں ہوا کہ عین اس وقت جب چور دیوار کو پھاندنے کے لیے اس پر چڑھ چکا تھا صاحبِ خانہ کا ہاتھ چور کی پنڈلی پر پڑ ہی گیا۔ چور نے بے ساختہ کہا: ”اِتھاؤں نہ پکڑ، اتھائیں میکوں درد ہے“ (بس یہیں سے مت پکڑ، یہیں مجھے ہاتھ لگانے پر درد ہوتا ہے)۔ اور صاحب خانہ نے گھبرا کر چھوڑ دیا۔

استشہاد یہ ہے کہ موجودہ درسی شروحات بھی بس ”مقامات درد“ کو ہی بیان نہیں کرتیں، ان مقامات کے سوا متون کے جتنے آسان اور غیر مغلق مباحث ہیں ان پر فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ لیکن زیرِ نظر کتاب اس عمومی روش سے حیرت انگیز طور پر محفوظ نظر آتی ہے۔

دروس البلاغہ علمِ بلاغت میں درسِ نظامی کی سب سے پہلی کتاب ہے۔اس کتاب کے مصنفین نے جس زمانے میں اسے لکھا وہ مصر میں علوم کی تجدید کا ابتدائی عرصہ تھا۔اس زمانے کی کتب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں قدیم اور روایتی کتب جیسی علمیت کا رنگ اور عبارت کی گہرائی و جامعیت بھی ملحوظ رکھی گئی، اور انحراف کا مادہ بہت کم تھا۔ غالباً اسی خصوصیت کی بناپر اس کتاب کو دارالعلوم دیوبند کے نصابِ درس میں مقام ملا اور پاکستان میں بھی یہ شاملِ درس ہے۔ چونکہ یہ کتاب درسِ نظامی میں اپنے فن کی پہلی کتاب ہے اس لیے اکثر طلبہ اپنے ذہن کی رفتار کو اس کے ساتھ ہم وقت کرنے میں دقّت محسوس کرتے ہیں۔اس پر مستزاد ارباب وفاق المدارس کا طرفہ فیصلہ یہ ہے کہ اس کتاب کا امتحان علم المنطق کی منتہی کتاب ''قطبی'' کے ساتھ لیا جاتا ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ عمومی طور پر ہمارے طالب علم بلاغت کے فن کی پہلی ہی اینٹ کج بیٹھنے کے سبب پورے فن ہی سے دلچسپی کھو بیٹھتے ہیں۔

ان سب مسائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مولانا محمد یار عابد زید فضلہ نے بہت محنت سے کام لیا ہے۔مولانا نے اس کتاب کو کئی برس پڑھایا ہے اور یہ شرح لکھنے کے دوران اپنے ہی بیان کے مطابق بازار میں دستیاب دیگر شروح سے بھی استفادہ کیا ہے۔اس وجہ سے انھیں کتاب کے سبھی ''مقاماتِ درد انگیز'' اور شارحین کے ان سے عدم اعتناء کا ادراک بھی ہوتا رہا ہے۔

اس شرح کی نمایاں خصوصیات میں سے اس کی زبان کی سلاست اور اشعار کی نحوی ترکیب قابلِ ذکر ہیں۔خاص طور پر نحوی ترکیب کے حوالے سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دیار میں عبارات کی ترکیبِ نحوی کے حوالے سے ایک خاص نہج مروّج ہے جو عام طور پر عالمِ عرب یا دیگر اقطاع اسلام کے علما میں نظر نہیں آتا۔فاضل شارح نے ہمارے اسلوب کے مطابق اشعار کی نحوی ترکیب کر کے بلاشبہ ایک اصیل و حقیقی کارنامہ سرانجام دیا ہے جس سے طلبہ و اساتذہ استفادہ کریں گے۔

نام کتاب: الشریعہ (اشاعت خاص: تذکارِ رفتگاں)۔ تحریر: مولانا زاہد الراشدی ضخامت: ۷۹۲ صفحات

قیمت: ۵۰۰ روپے ناشر: مکتبہ امام اہلِ سنت، شیراں والا باغ، گوجرانوالا

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی مدظلہ العالی اس زمانے کی زندہ اساطیر ہیں۔ان کی شخصیت ہم اصاغر الاصاغر کے لیے بہت طریقوں سے مصدرِ تلقی و استفادہ ہے۔اس عمر میں ان کی تحریر و تقریر و تدریس پر مشتمل سرگرمیاں دیکھ کر ہماری نژاد کے نو واردانِ میدان بلا بھی رشک کرتے ہیں۔لاریب ان کے اس تحرّکِ بے پایاں کے پس منظر میں اصل قوت وہ توفیقاتِ الٰہیہ ہیں جو کسی نہ کسی حد تک بہر حال قبولیت اور مقبولیت کا اشارہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی صحت و عافیت و رشد و ہدایت میں مزید برکات ارزانی فرمائیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب ماہنامہ الشریعہ کی اشاعت خاص ہے جس میں تذکارِ رفتگاں کے موضوع پر مولانا زاہد الراشدی کی تحریرات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔یہ تحریرات اگرچہ اپنی نہاد میں صحافتی اور ذاتی تعلق و تجربے کا رنگ لیے ہوئے ہیں مگر اس کے

باوجود یہ جمشید کا وہ جام ہیں جس میں گذشتہ تقریباً نصف صدی کی تاریخ اپنے رجالِ کار کے روپ سروپ کی شکل میں منعکس ہو کر نظر آتی ہے۔ یہ تراجمِ رجال واعلام کا وہ جرعۂ آب ہے جس نے ہماری تاریخ کے ایک نہایت اہم دور کو جامۂ تحریر میں زندہ کر دیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کم از کم میرے لیے ایک خوانِ حیرت کی ریزہ چینی تھی۔ راقم الحروف کے اجدادی خاندان کا تعلق اور ہمدردیاں ہمیشہ جمعیت علمائے اسلام سے رہی ہیں، اگرچہ اپنی کم فہمی کے باعث میں کبھی جمعیت کی سیاسی جدوجہد کو پوری طرح حیطۂ ادراک میں نہیں لا سکا مگر اکابرِ جمعیت سے احترام کا ایک لاشعوری رشتہ شروع سے رکھتا ہوں۔ کتنے ہی نام جو بچپن میں خاندان کی گرما گرم سیاسی بحثوں میں سنے، کتنے ہی فیصلے، کتنی تقسیمیں، تنقیدات، واقعات، اعتقادات، آنسو اور مسرّتیں......(میں نے مولانا سید شمس الدین کی شہادت کو یاد کر کے روتے ہوئے اور حضرت مولانا ہزاروی اور مفتی محمود رحمہما اللہ کے جملوں پر کئی بزرگوں کو بے تحاشا خوش ہوتے ہوئے دیکھ رکھا ہے)۔ جو حافظے کے نہاں خانے میں دفن تھے اچانک مجسم ہو کر سامنے آ گئے۔ کتاب میں تو انفاسِ عیسوی کی خاصیت ہے، مردوں کو زندہ کرتی ہے۔

میرے ایک نہایت عزیز دوست جو الشریعہ کی معاصر روش کے شدید ناقد اور مجلسِ ادارت سے شاکی ہیں، اس اشاعت خاص کو دیکھ کر کہنے لگے کہ الشریعہ نے زندگی میں پہلی بار کوئی اچھا کام کیا ہے۔ یہ رائے اگرچہ ایک خاص انتہا کا نتیجہ یا ردِّ عمل ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ الشریعہ کی سب خاص و عام اشاعتوں میں زیرِ تبصرہ اشاعت یقیناً ایک غیر معمولی مقام کی حامل ہے۔ کل کے مؤرخ کو اگر مولانا زاہد الراشدی کی کسی ایک کتاب کا انتخاب کرنا پڑا تو محال ہے کہ یہ کتاب چھوڑ کر وہ کسی اور جانب نظر کر سکے۔

جہاں تک اس کتاب میں شامل ان شخصیات کا ذکر ہے جن کے احوال وآثار پر مولانا نے قلم اٹھایا ہے، تو شاید ہے گذشتہ نصف صدی کی کوئی اہم شخصیت ایسی ہو جس کا کم یا زیادہ تذکرہ شامل ہونے سے رہا ہو۔ مولانا زاہد الراشدی کے اسلوب کے بارے میں ایک انکشاف اس کتاب کے مطالعے کے دوران یہ ہوا کہ گذشتہ نصف صدی میں ان کے اسلوب نے کوئی جوہری تبدیلی قبول نہیں کی۔ زمانی امتداد کے باوجود الفاظ کا چناؤ، لہجہ، طرزِ بیان سب میں اس قدر یکسانی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

جب یہ کتاب تبصرے کے لیے میرے پاس آئی تو رسالہ کی ترتیب ابتدا میں تھی، اور اب جبکہ رسالہ پریس میں جانے کے لیے تیار ہے، مولانا سید عطاء المنان بخاری دام لطفہ مجھے تیسری بار کہہ چکے ہیں کہ آپ اس کو پڑھتے ہی جا رہے ہیں اب کچھ لکھ بھی دیجیے۔

اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قاری بالکل وجودی نوعیت کے سوالات سے دوچار ہوتا ہے۔ اگر آپ کا تعلق پاکستان اور ملت اسلامیہ کے وجود و شناخت کے کسی بھی پہلو سے ہے تو یہ کتاب آپ کے لیے انتہائی متعلق معلومات پر مشتمل ہے۔

مسافرانِ آخرت

ادارہ

★ چیچہ وطنی میں ہمارے معاون محمد سہیل مان (چک نمبر 109-12 ایل) کے والدِ گرامی محمد چراغ مان ایڈووکیٹ 04 اکتوبر بدھ کو انتقال فرما گئے، نماز جنازہ 05 اکتوبر جمعرات کو ادا کی گئی، جس میں شہریوں، مقامی لوگوں اور احرار ساتھیوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ ★ چیچہ وطنی جماعت کے قدیم کارکن مولانا قاری قاضی محمد شفیق (چک نمبر 113-7 آر) طویل علالت کے بعد 06 اکتوبر جمعۃ المبارک کو انتقال فرما گئے، پہلی نماز جنازہ (چک نمبر 87-12 ایل) (گجراں والی) میں بعد نماز مغرب جبکہ دوسری نماز جنازہ مرحوم کے آبائی گاؤں چک نمبر 113-7 آر میں بعد نماز عشاء ادا کی گئی، علاقہ بھر سے علماء کرام، دینی کارکنوں اور مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ کے علاوہ دیگر ساتھی بھی شریک ہوئے۔ ★ چیچہ وطنی میں ہمارے قدیم معاون محمد افضل بھولی طویل علالت کے بعد 23۔ اکتوبر کو انتقال کر گئے۔ مرحوم ایک طویل عرصہ مشہور سماجی تنظیم ”ہمدرد فاؤنڈیشن چیچہ وطنی“ کے پلیٹ فارم سے فلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مجلس احرار اسلام اور حاجی عبداللطیف خالد چیمہ کا مقامی سطح پر ان کے ساتھ تعاون رہا۔ ★ جامعہ خیر المدارس ملتان کے سابق استاذ مولانا مفتی محمد انور دامت برکاتہم کی اہلیہ اور ماہنامہ الخیر ملتان کے مدیر مولانا محمد ازہر کی بھاوج 3/ اکتوبر کو انتقال کر گئیں۔ ★ مدرسہ معمورہ ملتان کے قدیم معاون حاجی محمد یامین قریشی مرحوم، انتقال: 4/ اکتوبر۔ ★ جامعہ خیر المدارس ملتان کے سابق استاذ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ 10/ محرم 1439ھ کو انتقال کر گئیں۔

★ لاہور میں ہمارے مہربان عامر سعید صاحب کی اہلیہ اور آصف سعید صاحب کی بھاوج مرحومہ، انتقال: ستمبر 2017ء

★ لاہور میں ہمارے کرم فرما ڈاکٹر علی رضا صاحب کی والدہ مرحومہ، انتقال: 24/ اکتوبر 2017ء ★ کراچی میں ہمارے رفیق و محترم دوست جناب طارق محمود مدنی کے پوتے اور محمد عمران مدنی کے بیٹے محمد مروان، انتقال: بعمر 16 ماہ، 21/ اکتوبر 2017ء ★ چنیوٹ میں قدیم احرار کارکن جناب احمد علی راجا کا جواب بیٹا عبدالرحمٰن مرحوم، انتقال: 25/ اکتوبر/ 2017ء ★ مجلس احرارِ اسلام بستی مولویان رحیم یار خان کے قدیم کارکن مولوی دوست محمد چوہان کی اہلیہ مرحومہ، انتقال: 19/ اکتوبر 2017ء ★ مجلس احرار اسلام چناب نگر کے مخلص کارکن مولوی محمد اظہر کے چھوٹے بھائی منظور احمد مرحوم، انتقال: 23/ اکتوبر 2017ء ★ شبانِ ختمِ نبوّت کے امیر مولانا سید انیس شاہ صاحب کی بھاوج مرحومہ، انتقال: 26/ اکتوبر 2017ء ★ جامعہ عثمانیہ چناب نگر کے مہتمم قاری شبیر احمد عثمانی کی ہمشیر اور صاحبزادہ محمد قادری (حافظ والا شجاع آباد) کی والدہ مرحومہ، انتقال: 27/ اکتوبر 2017ء ★ پروفیسر ڈاکٹر محمد علی (نشتر ہسپتال) کی والدہ، انتقال: 27/ اکتوبر 2017ء ★ ملک عبدالوحید کمبوہ کی اہلیہ، انتقال: 27/ اکتوبر 2017ء

★ احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطاء فرمائے۔

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE
PHARMACY
کیئر
فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد، گوجرہ، جڑانوالہ، گوجرانوالہ، سانگلہ ہل، حافظ آباد، چنیوٹ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس

توحید و ختمِ نبوّت کے علمبردارو ایک ہو جاؤ

سید ابوذر بخاریؒ

احرار ۱۹۲۹ء

2 روزہ عظیم الشان 40 ویں سالانہ ختمِ نبوّۃ کانفرنس

ان شاء اللہ

11/12 ربیع الاوّل 1439 جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ

زیرِ صدارت

ابنِ امیرِ شریعت

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

مہمانِ خصوصی

حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد دامت برکاتہم

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

خانقاہ سراجیہ کندیاں

مہمانِ خصوصی

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

پروگرام

11 ربیع الاوّل بعد نماز عشاء، علماء کرام، خطباء احرار اور مذہبی و سیاسی رہنما خطاب کریں گے۔ **12 ربیع الاوّل** بعد نماز فجر درس قرآن کریم، صبح 10 بجے تا ظہر جملہ مکاتب فکر کے سرکردہ رہنما، تحریک ختم نبوت کے قائدین، علماء، خطباء، زعماء احرار، وکلاء، صحافی، دانشور اور طالب علم رہنما عقیدہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام، عصمت انبیاء، قادیانیوں اور دیگر غیر مسلموں کو قبول اسلام کی دعوت، احرار اور محاسبۂ قادیانیت کی تاریخ جیسے اہم موضوعات پر خطاب کریں گے۔ **جلوسِ دعوتِ اسلام** حسب سابق بعد نماز ظہر قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کا فریضہ دُہرانے کے لئے فرزندانِ اسلام، مجاہدینِ ختم نبوت احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا۔ دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زعماء احرار خطاب فرمائیں گے۔

منجانب شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوّت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

0301-3138803 | 0300-6326621 | 0300-9793093 | 0308-5838395 | 0315-9932942 | 0307-6101608

042-35912644 | 040-5482253 | 0301-6221750 | 0300-5780390 | 0301-5310385 | 0303-4611460